43

لاہور
ہفت روزہ

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
34واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

خصوصی شمارہ
سالانہ زونل اجتماع 2025ء

19 تا 25 جمادی الاوّل 1447ھ / 11 تا 17 نومبر 2025ء

اس شمارے میں

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 2025ء

امیر تنظیم اسلامی کا رفقاء کے نام خصوصی پیغام

امت کی وحدت اور نصب العین

نبی کریم ﷺ کا اندازِ تبلیغ

دعوتِ دین کا محاذ اور خواتین اسلام

علامہ اقبال کی چار نسبتیں

اقامتِ دین کے لیے وقت نکالو!

ہم میں سے اکثر کے دلوں میں آرزو پیدا ہوتی ہے کہ دین کے لیے کچھ کریں، لیکن اکثر و بیشتر کا حال کیا ہے کہ ذرا یہ کام کرلوں، ذرا ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہولوں۔ بچے ابھی چھوٹے ہیں، ذرا بڑے ہو جائیں۔ بڑے ہیں تو ذرا ان کی شادی بیاہ سے فراغت ہو جائے۔ بچیوں کے ہاتھ پیلے ہو جائیں۔ فلاں کام ہو جائے۔ بس پھر اپنے آپ کو ہمہ تن، ہمہ وقت لگا دوں گا اللہ تعالیٰ کے لیے اور وہ وقت کبھی نہیں آتا۔ کارِ دنیا کسے تمام نکرد (دنیا کا کام کسی نے ختم نہ کیا) بیٹے، بیٹیوں سے فارغ ہوئے، تو پوتے پوتیاں موجود ہیں۔ ہوس کبھی ختم تو نہیں ہوتی، جن کے پاس دس دس پشتوں کے کھانے کے لیے سامان موجود ہے وہ بھی صبح سے شام تک ہیرا پھیری اور حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر لگے ہوئے ہیں۔ سورۃ التکاثر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”یہ تکاثر اور بہتات میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ جو لگی ہوئی ہے وہ تمہیں غافل کیے رکھتی ہے یہاں تک کہ تم قبروں تک جا پہنچتے ہو۔“ (آیات: 2،1)

ایسے لوگ نظر آجائیں گے کہ ٹانگیں اُن کی قبر میں اُتری ہوئی ہیں، لیکن مجال نہیں کہ حرص میں کوئی کمی ہو۔ انسان بوڑھا ہوتا ہے، حرص جوان ہوتی ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ﴾ (الحدید: 16)

”کیا وقت نہیں آیا ہے، اہل ایمان کے لیے (کس چیز کے منتظر ہیں) جھک جائیں ان کے دل اللہ کی یاد میں اور جو کچھ نازل ہوا ہے حق میں سے اُس کے ساتھ۔“

ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سوشل میڈیا سے انتخاب

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ
1157

انسان کی تخلیق اور زمین میں پھیلائے جانے کا نظام: اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی!

سُورۃُ الرُّوم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 20 تا 22

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ
اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ
خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلِمِیۡنَ ﴿۲۲﴾

آیت: ۲۰ ﴿وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر تم انسان بن گئے (زمین میں) پھیلے ہوئے۔''

آیت: ۲۱ ﴿وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے پیدا کیے تمہارے لیے تمہاری نوع میں سے جوڑے' تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو''

﴿وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ﴾ ''اور اُس نے تمہارے مابین محبت اور رحمت پیدا کردی۔''

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾ ''یقیناً اس میں نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کریں۔''

آیت: ۲۲ ﴿وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق''

﴿وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ ؕ﴾ ''اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا فرق۔''

پوری دُنیا کے انسانوں کے درمیان بولی جانے والی طرح طرح کی زبانوں کے اندر پایا جانے والا تنوع بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اسی طرح مختلف خطوں میں بسنے والے انسانوں کے مختلف رنگ بھی اُس کی صناعی اور خلاقی کے مظاہر کی مثالیں ہیں کہ کس طرح ایک ہی نسل سے تعلق کے باوجود کوئی زرد رو ہے تو کوئی سرخ رو' کوئی سفید فام ہے تو کوئی سیاہ فام۔

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلِمِیۡنَ ﴿۲۲﴾﴾ ''یقیناً اس میں نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔''

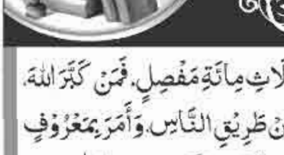

درس حدیث

ذکر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

عَنۡ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ، وَهَلَّلَ اللّٰهَ، وَسَبَّحَ اللّٰهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ، وَأَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ السُّلَامٰى، فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ.)) (رواہ مسلم)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر انسان کی تخلیق تین سو ساٹھ جوڑوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ تو جو شخص ایک دن میں اپنے جسم کے ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد کے برابر اَللّٰہُ أَکْبَر، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتا ہے، لوگوں کے راستے سے پتھر یا کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دیتا ہے، نیکی کا حکم دیتا ہے یا برائی سے روکتا ہے، تو اُس دن وہ اس طرح چل رہا ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو آتشِ جہنم سے بچالیا۔''

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
19 تا 25 جمادی الاوّل 1447ھ جلد 34
11 تا 17 نومبر 2025ء شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
رضاء الحق

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 2025ء

سال 2025ء کا سالانہ اجتماع بھی گزشتہ سال کی طرح انتہائی گھمبیر ملکی و عالمی حالات میں منعقد ہو رہا ہے۔ اُس پر مستزاد یہ کہ امسال طوفانی بارشوں اور سیلاب کے باعث مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں کُل پاکستان سالانہ اجتماع کا انعقاد ممکن نہ رہا۔ طویل مشاورت اور زمینی حقائق کے نتیجہ میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ نے فیصلہ فرمایا کہ متبادل سالانہ اجتماع اُنہی تاریخوں میں زونل سطح پر منعقد ہوگا۔ جس کی تفصیل اس شمارہ کے صفحہ 8 پر موجود ہے۔ بہر حال دین کا کام تو جاری رکھنا ہے اور اقامتِ دین کی جدوجہد جو کہ ہر مسلمان پر فرض ہے اُس کو ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور آسانی عطا فرمائے۔

دنیا بھر میں آج باطل قوتوں کا ننگا ناچ جاری ہے۔ غزہ کی صورتِ حال سب کے سامنے ہے۔ ''امن منصوبوں'' اور ''جنگ بندی'' کے پُرفریب نعروں کی آڑ میں اسرائیلی قتل و غارت جاری ہے اور ناجائز صہیونی ریاست گریٹر اسرائیل کے منصوبہ پر تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اُسے امریکہ، بھارت اور اکثر مغربی ممالک کی مکمل معاونت حاصل ہے۔ بھارت کو اگرچہ پاکستان کے ہاتھوں مئی میں آپریشن ''بنیان مرصوص'' کے باعث ہزیمت ناک شکست اُٹھانا پڑی، لیکن اُس کے پشتی بان خصوصاً امریکہ اور اسرائیل اُسے پاکستان سے جنگ کے لیے پھر سے تیار کر رہے ہیں۔ حال ہی میں امریکہ کے ساتھ 10 سالہ دفاعی معاہدہ اسی کی ایک کڑی ہے۔ اسرائیلی فوج بھی اُسے اسلحے اور سائبر سیکورٹی کے نت نئے ہتھیار فراہم کر رہی ہے۔ خدشہ ہے کہ مودی کا بھارت جلد پاکستان کے خلاف آپریشن سندور II کا آغاز کر سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو عسکری اور اُس سے بڑھ کر نظریاتی سطح پر بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ مصر کے پڑوس میں واقع افریقی ملک سوڈان میں مسلمان مسلمان کا خون پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ سونا، تیل، دیگر قیمتی معدنیات، دریائے نیل..... دو جرنیلوں نے افریقہ میں اسلام کے اس قلعہ کو جہنم زار بنا دیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق ایک متحدہ عرب امارات اور دوسرا مصر کی پراکسی (Proxy) بن کر عوام کا قتل عام کر رہے ہیں۔ فائدہ یہاں بھی اسرائیل ہی اُٹھا رہا ہے۔ تفاصیل کسی آئندہ شمارہ میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ! بہر حال، ایک عالمی گریٹ گیم جاری ہے۔

دوسری طرف پوری نام نہاد امت مسلمہ ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کا شکار نظر آ رہی ہے۔ نام نہاد اُمّتِ مسلمہ ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان تو بہت دور کی بات ہے، عرب تک متحد نظر نہیں آ رہے۔ وہ بھی قومیتوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ OIC کا حال یہ ہے کہ وہ واقعی (Oh I See) بنی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو کر جسدِ واحد قرار دیا تھا کہ جیسے جسم کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اس اُمّت کے مسلمانوں کا تو یہ حال ہونا چاہیے تھا کہ دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں کی تکلیف کو پوری دنیا کے مسلمان محسوس کرتے، اپنا آرام اور اپنی آسائش تج کر دیتے۔ کم از کم اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کا ہی بانگ دُہل اعلان کر دیتے مگر جب مسلمانوں نے جہاد سے منہ موڑ لیا، نبی اکرم ﷺ سے اپنا تعلق کمزور کر لیا، اپنے آرام، اپنی آسائش کی فکر میں پڑ گئے تو ذاتی مفادات اور اقتدار کی ہوس نے مسلمانوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا، اُمّتِ مسلمہ کی اصطلاح صرف تقریروں اور تحریروں کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی اور عملاً اس کا وجود ختم ہو گیا۔ مسلمان حکمرانوں کو اپنا اقتدار اور جان و دولت زیادہ عزیز ہے۔ وہ کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتے کہ جس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ میں اُن کے کاروبار یا سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں رکھی ہوئی اُن کی دولت پر کوئی آنچ آئے۔ اسرائیل کا حال یہ ہے وہ جلد از جلد مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے اپنا تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنے کے لیے بے چین ہے۔ وہ علی الاعلان نیل سے فرات تک گریٹر اسرائیل کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ ادھر عرب حکمرانوں کو اقتدار اور دولت کے نشے نے اندھا کر دیا ہے۔ وہ اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اگر وہ اچھے بچے بن کر رہیں گے تو ان کا اقتدار بھی قائم رہے گا اور وہ امن و امان میں بھی رہیں گے۔

آج ہمارے اپنے ملک کے حالات بھی مخدوش نظر آ رہے ہیں۔ بدترین سیاسی عدم استحکام اور بدترین سیاسی جبر ہے۔ سودی معیشت، بے انتہا کرپشن اور آئی ایم ایف کے ساتھ سودی قرض کے معاہدوں نے ملکی معیشت کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری اپنے عروج پر ہے۔ حکمران اور مقتدر قوتیں نہ جانے کس کھیل میں مصروف ہیں۔ ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ وہ عالمی بساط پر شطرنج کی طرح کھیلی جانے والی چالوں سے بے خبر ہیں۔ ملک میں دہشت گردی کے واقعات میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور عوام میں نفرتیں بڑھ رہی ہیں۔ ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق و باطل کی کشمکش اپنے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ دجالی مکروفریب کا چہرہ چاک ہونے جا رہا ہے۔ پورے کرۂ ارضی پر مسلط ابلیسی سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوری نظام اپنے منطقی انجام کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے بقول اقبال:

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالتِ زار سے سبق سیکھتے ہوئے ہم رفقائے تنظیم کو بھی اپنے ملک میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو تیز تر کرنا ہوگا۔ اپنے ایمان ویقین میں اضافہ کی شعوری کوشش کے ساتھ ساتھ رب کی بندگی اور وفاداری کے امتحان میں پورا اترنے کا عزم کرنا ہوگا۔ اپنے نفس اور شیطان کے خلاف جہدِ مسلسل کے ساتھ ساتھ باطل افکارونظریات کے خلاف عالمی وفکری جہاد اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کے لیے ہمہ وقت آمادہ عمل رہنا ہوگا۔ اس انقلابی جدوجہد کے ناگزیر تقاضے کے طور پر تنظیم کے نظم کے ساتھ سختی سے جڑے رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے پروردگار کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تعلق باللہ میں بھی مسلسل اضافہ کرنا ہوگا۔

رفقائے محترم! مندرجہ بالا ملکی وعالمی حالات کے پس منظر میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ ہم سب ایک ایسی کشتی کے سوار ہیں جو شدید طوفان کی زد میں گھری ہوئی ہچکولے کھا رہی ہے۔ اس کشتی کے ملّاح طوفان سے بے خبر ہیں جبکہ کشتی کے مسافر سوئے ہوئے ہیں۔ امریکہ، بھارت اور اسرائیل کا ابلیسی اتحاد اسے غرق کر دینے کے درپے ہے۔ وہ مسافر جو جاگ رہے ہیں، اب انہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوئے ہوؤں کو جگائیں اور اس کشتی کو حفاظت اور سلامتی کے ساتھ کنارے پر لگائیں۔ پاکستان میں اگر اسلامی نظام قائم ہو جائے تو پاکستان نہ صرف معاشی طور پر خوشحال اور مستحکم ہوگا بلکہ سپر پاور آف دی ورلڈ بن کر بھی اُبھرے گا۔ جو لوگ اس اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے جدوجہد کریں گے وہ دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور جنت بھی اُن کی منتظر ہوگی۔ یعنی ''ہم خرما وہم ثواب''۔

عزیز رفقاء! ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ گریٹر اسرائیل قائم کرنے کے آخری مرحلے کے دوران جب یہود فیصلہ کن جنگ شروع کریں گے تو وہ کسی صورت یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ ہوں گے کہ کسی بھی اسلامی ملک کے پاس ایٹمی ہتھیار ہوں، میزائل اور دوسری جدید ٹیکنالوجی ہو۔ لہٰذا بھارت کے ذریعے پاکسان پر پھر حملہ کروایا جائے گا۔ پاکستان کو معاشی طور پر خوشحال، امن کا گہوارہ، ناقابل تسخیر اور مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں کامیابی کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اقامتِ دین کی جدوجہد میں اپنا تن من دھن لگا دیں۔ آیئے ہم سب مل کر اس برس کے متبادل سالانہ اجتماع میں حاضر ہو کر اپنے دوسرے رفقاء کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کریں۔ اپنے اس عہد کو تازہ کریں کہ ہمارے پروردگار نے اقامتِ دین کا جو فریضہ ہم پر عائد کیا ہے، اسے اپنے تمام دنیاوی امور پر ترجیح دیں گے، حتی الامکان دین کی دعوت ہر خاص و عام تک پہنچائیں گے اور ایک مثالی نظم کا مظاہرہ کریں گے۔

رفقائے گرامی! تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے اب 50 سال ہو چکے ہیں، گویا اب اس کی عمر نصف صدی کے قریب ہے۔ الحمدللہ اس عرصے میں ہماری پیش رفت مسلسل اور مستقل جاری ہے۔ ہمیں اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے چونکہ یہ صرف اللہ کے فضل کی بدولت ممکن ہوا ہے اور آئندہ بھی اسی کی توفیق پر منحصر ہے۔ اس موقع پر ہم میں سے ہر رفیق کو خود اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی قوت وتوانائی، صلاحیت، مہارت، اوقات و وسائل کا کتنا حصہ اقامتِ دین کی جدوجہد میں صرف کر رہا ہے اور اگر کچھ کمی محسوس ہو تو پھر شعوری طور پر فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اس کو حتی الامکان دُور کرے گا۔

اس موقع پر ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی انقلابی فکر اور تنظیمی وتحریکی منہج کے اساسی مسلمات کا سبق دوبارہ تازہ کر لیں اور اس ضمن میں کسی نسیان کو راہ نہ پانے دیں۔

یہ مسلمات مختصراً درج ذیل ہیں:

1۔ ہمارا نصب العین صرف اور صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے۔
2۔ ہمارا اجتماعی جدوجہد کا ہدف اور مقصود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین کو بہ تمام وکمال ایک مکمل نظامِ اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے۔
3۔ ہماری دعوت کا مرکز ومحور قرآن مجید ہے۔
4۔ ہمارا طریق تربیت وتذکرہ بھی ''خانقاہی'' نہیں بلکہ انقلابی یعنی نبوی طریق تزکیہ پر مبنی ہے۔
5۔ ہماری تنظیم کی اساس ''بیعت سمع وطاعت فی المعروف'' پر قائم ہے۔
6۔ ہمارا منہج انقلاب سیرت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

اپنے اسی سبق کو دہرانے کے لیے، بھولے ہوئے سبق کو تازہ کرنے کے لیے، اپنے ہم مقصد رفقاء سے ملاقات کے لیے، ایک نئے عزم اور حوصلے کو بلند کرنے کے لیے یہ اجتماع منعقد کیا جا رہا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں اس اجتماع سے ہمیں کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے تو ہماری فکر کی آبیاری ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق وتائید سے جذبہ جہاد ہمارے اندر بیدار ہوتا ہے۔ پھر اس امت کے کاندھوں پر شہادت علی الناس کی جو عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور جس کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہم آج ذلیل ورسوا ہیں، اس ذمہ داری کو ادا کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اپنے اوقات اور اموال لگانے کی قربانی کا جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ کی مناسبت سے جان کھپانے کا موقع بھی میسر آتا ہے۔ ہمیں اپنے اکابرین سے استفادہ کا موقع میسر آتا ہے۔ تنظیم کے اعتبار سے جو کام ہو رہا ہے اور جو پیش رفت ہو رہی ہے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ہمارے دینی علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ آپس کی ملاقات سے ''رحماء بینھم'' کی مطلوبہ فضا جنم لیتی ہے جو کہ رب کی رضا کے حصول کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

رفقائے کرام! ان عالمی گھمبیر حالات میں ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو مزید تیز کریں۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر عفو وعافیت اور ملک وقوم کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگیں۔ قوم کو جگانے کی خاطر دعوت کے عمل کو بھرپور طریقے سے آگے بڑھائیں اور اس متبادل زونل سالانہ اجتماع میں ''اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں'' کے جذبے کے ساتھ دین کی شہادت واقامت کے اس مبارک کام کو تیز تر کرنے کے لیے شرکت کریں۔ **اللھم وفقنا لھذا**

یقیناً اقامت دین کی جدوجہد میں اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھانے والے لوگ ہی دنیا کے خوش قسمت ترین لوگ ہیں۔ اے اللہ رب العزت! ہم سب کو اپنا عہد نبھانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

نوٹ:: (اس اداریہ کی تحریر میں مرکزی ناظم تعلیم وتربیت برادرم خورشید انجم صاحب کے گزشتہ برس اسی موضوع وموقع پر لکھے گئے اداریہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!)

خصوصی پیغام

امیر تنظیم اسلامی کا رفقاء تنظیم کے نام خصوصی پیغام

عزیز رفقاء تنظیم اسلامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے علم میں ہوگا کہ اس مرتبہ سالانہ اجتماع مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں نہیں ہوگا۔ اس کی بجائے پورے پاکستان میں 15 اور 16 نومبر (ہفتہ اتوار) کو زونل سطح پر اجتماعات ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اس پیغام کا مقصد ان زونل اجتماعات کے حوالے سے چند ضروری باتوں کی یاددہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ: ((رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ)) ''اے ہمارے رب! آسانی کا معاملہ فرما، مشکل نہ فرما اور خیر کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔'' اللہ سب کے لیے عافیت اور آسانی کا معاملہ فرمائے۔

بہاولپور کی مرکزی اجتماع گاہ میں سالانہ اجتماع کے نہ ہونے کی وجہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ اس سال طوفانی بارشوں کے نتیجے میں سیلابی صورت حال کے باعث مرکزی اجتماع گاہ بھی متاثر ہوئی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہاں پر پانی کھڑا رہا بلکہ ایک بڑے پیمانے پر پانی وہاں مٹی بھی چھوڑ گیا ہے جو کئی فٹ تک بلند ہے۔ چنانچہ تمام مشوروں کے بعد اور زمینی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ طے کیا کہ اس مرتبہ سالانہ اجتماع بہاولپور میں کرنا ممکن نہیں ہے: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾﴾ (التکویر)

''اور تمہارے چاہے بھی کچھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔'' ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں اور اللہ ہی کا اصل فیصلہ ہوا کرتا ہے۔

تنظیم اسلامی کو انتظامی لحاظ سے ملک بھر میں چھ زونز میں تقسیم کیا گیا ہے، لہٰذا اس سال ان چھ زونز میں اجتماع منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ جن کی تفصیل ندائے خلافت کے اس شمارے کے صفحہ 08 پر درج ہے۔

ہر سال ہماری کوشش ہوتی ہے کہ رفقاء کے ساتھ ساتھ احباب بھی اجتماع میں شرکت کریں اور الحمدللہ ہر سال بہت بڑی تعداد میں احباب شریک بھی ہوتے ہیں کیونکہ مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور بہت وسیع اور کشادہ ہے اور انتظامی لحاظ سے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ ہم نے یہ دائرہ کار صرف رفقاء تک محدود رکھا ہے کیونکہ مرکزی اجتماع گاہ کی بجائے زونل سطح پر یہ اجتماعات ہو رہے ہیں، کہیں مسجد میں یا کہیں اکیڈمی میں جن میں محدود جگہ ہوتی ہے۔ اس لیے مجبوراً ہمیں اجتماع کا دائرہ محض رفقاء تک محدود رکھنا پڑ رہا ہے۔ لہٰذا احباب سے معذرت کرتے ہوئے ہم اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا مانگتے ہیں۔ البتہ تھوڑے عرصہ بعد رمضان کی آمد آمد ہے، ان شاء اللہ اس دوران احباب تک دعوت پہنچانے کا بھرپور موقع ملے گا۔ اب کرنے کا کام یہ ہے کہ جتنی محنت ہم سالانہ اجتماع میں لانے کے لیے احباب پر کرتے تھے وہ محنت ہم نے رفقاء پر کرنی ہے کہ اس مرتبہ دور کا سفر بھی نہیں ہے اور زون کی سطح پر اجتماع ہو رہا ہے لہٰذا ہر رفیق لازماً اس میں شرکت کرے۔ مجھے خوشی ہوگی اور انتظار بھی رہے گا کہ بھرپور حاضری ہو۔ حتیٰ کہ ہمارے وہ بزرگ رفقاء اور معذورین جو اپنی بزرگی یا دیگر عوارض کی وجہ سے دور کا سفر نہیں کر سکتے تھے لیکن اب شاید قریب کا سفر کر کے وہ اجتماع میں شریک ہو سکتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ حتی الامکان شرکت کی کوشش کی جائے۔

سالانہ اجتماع کے کیا فوائد ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ ایک تو مختلف حلقہ جات سے آئے ہوئے رفقاء سے ملاقات ہوتی ہے، اپنی فکر کو تازہ کرنے کا موقع ملتا ہے، نیا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اپنے منہج کو دہرانے کا موقع ملتا ہے۔ اجتماع میں آئے ہوئے رفقاء کے تجربات سے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں جان و مال کے انفاق کا موقع ہوتا ہے کہ سفر میں بندہ مشقت بھی برداشت کرتا ہے، کچھ مشکلات سہنا پڑتی ہیں۔ اس دوران کچھ نہ کچھ تربیت بھی ہوتی ہے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ الحمدللہ! پھر یہ کہ پہلے ایک اجتماع ہوتا تھا لیکن اب چھ مقامات پر الگ الگ ہو رہے ہیں تو انتظامی لحاظ سے بھی اور خدمت کے لحاظ سے بھی زیادہ لوگوں کو سیکھنے اور ثواب حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ اسی طرح پہلے سے زیادہ مدرسین کی گفتگو کو سننے کا موقع ملے گا۔

ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی اجتماع میں جن موضوعات پر بات ہوگی ان میں دروس قرآن و حدیث بھی شامل ہیں، قرآن کریم کے ساتھ ہمارا فکری تعلق، دین کا جامع تصور، ہماری دینی ذمہ داریاں جیسے بنیادی فکری موضوعات پر بھی کلام ہوگا۔ فکر آخرت کے پہلو کو بھی اجاگر کیا جائے گا۔ سوال جواب کا موقع بھی میسر آئے گا۔ زمانہ گواہ ہے کے عنوان سے ملکی و بین الاقوامی حالاتِ حاضرہ پر گفتگو بھی آپ سن سکیں گے اور اس حوالے سے تنظیمی موقف بھی آپ کے سامنے آئے گا۔ ہمارے کرنے کے کام کے عنوان سے ہماری جو ذمہ داریاں ہیں ان کو بھی اجاگر کیا جائے گا۔ ذاتی اصلاح کے بعد ہماری سب سے اہم ذمہ داری اپنے گھر میں اسلام کو نافذ کرنا ہے، اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے آزاد کروانے کا فریضہ ہے کیونکہ روزِ محشر ہم سے اس بابت پوچھا جائے گا لہٰذا اس کو ادا کرنے کے حوالے سے بھی خصوصی گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ خاص طور پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطابات کو آپ ویڈیو کی شکل میں دیکھ سکیں گے۔ اس کے علاوہ اپنے دعوتی تجربات کو بھی بیان کرنے کا موقع دیا جائے گا جس سے ہمیں دعوتی کام کو تیز کرنے میں کافی مدد ملے گی ان شاء اللہ۔ تنظیمی پیش رفت کا جائزہ بھی پیش کیا جائے گا کہ گزشتہ سال کی نسبت اس سال تنظیمی سطح پر کیا پیش رفت ہوئی۔

اہم بات یہی ہے کہ اجتماع میں اپنی شرکت کو ہر حال میں یقینی بنانے کی کوشش کریں۔ جن کے ساتھ شرعی عذر یا معذوری کا معاملہ ہے وہ جزوی شرکت کی ضرور کوشش کریں۔ اگر ہم بہاولپور جاتے تو اخراجات زیادہ ہوتے لیکن زونل سطح پر اخراجات بھی کم ہوں گے۔ لہٰذا انفاق کا جو حصہ بچ رہا ہے اس سے آپ سیلاب زدگان کی مدد بھی کر سکتے ہیں اور اہل غزہ کی مدد بھی کر سکتے ہیں۔ کوشش کریں کہ اللہ کی راہ میں انفاق زیادہ سے زیادہ ہو۔

آخر میں ہم سب یہ بات مستحضر رکھیں کہ جن ملکی اور بین الاقوامی حالات میں اجتماع ہو رہا ہے، ان حالات میں ہمارے لیے ایمان کی تازگی، فکر آخرت اور دین کی طرف رجوع بہت ضروری ہے۔ دین کی بنیاد پر لوگوں کو جوڑنے اور اُمت کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کو پہلے سے زیادہ ترجیح دینی ہوگی۔ اس لحاظ سے بھی یہ اجتماع اُمت کے جذبے کو بیدار کرنے کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جذبہ کو بیدار کرنے کی قوت، ہمت اور صلاحیت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمام رفقاء اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کے انعقاد کو آسان بنا دے اور خیر و عافیت کے ساتھ تکمیل تک پہنچے۔ ہم سب کو بھرپور محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

اُمّت کی وحدت اور نصب العین

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

سورۂ آلِ عمران کی آیت 110 میں اُمّتِ محمد ﷺ کو یہ سند عطا فرمائی گئی ہے کہ ’’تم وہ بہترین اُمّت ہو جسے نوعِ انسانی کے لیے برپا کیا گیا ہے‘ تم نیکی کا حکم دیتے ہو‘ بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر پختہ ایمان رکھتے ہو!...... گویا پوری اُمّتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے‘ اور اصلاً مطلوب یہ ہے کہ پوری اُمّت ایک جسدِ واحد کے مانند ہو اور اس کا اجتماعی نصب العین ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بن جائے۔ پھر یہ بھی جانی پہچانی حقیقت ہے کہ جہاں اجتماعیت میں زیادہ سے زیادہ اتحاد و یگانگت سے نصب العین کی جانب پیش قدمی میں مزید شدّت و قوت پیدا ہوتی ہے‘ وہاں نصب العین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ قلبی و جذباتی وابستگی بجائے خود اجتماعیت کو مزید تقویت و استحکام بخشنے کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس طرح قدم آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ مطلوبہ اور مثالی و معیاری کیفیت ہمیشہ برقرار نہیں رہتی۔ جیسا کہ خود اُمّتِ مسلمہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین یا چار نسلوں تک تو یہ کیفیت برقرار رہی لیکن اس کے بعد نصب العین سے وابستگی میں ضعف پیدا ہونا شروع ہو گیا اور اس کے نتیجے میں اُمّت کی وحدت اور یگانگت میں بھی دراڑیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔ تاآنکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اُمّتِ واحدہ کا تصوّر تو صرف ذہنوں میں باقی رہ گیا ہے۔ بالفعل اس وقت دنیا میں ایک اُمّتِ مسلمہ کی بجائے بے شمار مسلمان اقوام اور قومیتیں موجود ہیں۔

اس منتشر اور خوابیدہ اُمّت میں سے جو لوگ جاگ جائیں اور انہیں اپنے اجتماعی فرائض کا شعور و ادراک حاصل ہو جائے وہ باہم جمع ہوں اور مل جُل کر اُس خیالی و تصوراتی اور خوابیدہ و معطل اُمّت کے دائرے کے اندر اندر ایک چھوٹی مگر فعال اور منظم ’’اُمّت‘‘ وجود میں لائیں جو اس اجتماعی نصب العین کی جانب پیش قدمی شروع کر دے۔ پھر جیسے جیسے نشانِ منزل نمایاں ہوتا جائے گا زیادہ سے زیادہ لوگ اس قافلے میں شامل ہوتے چلے جائیں گے اور وہ صورت عملاً پیدا ہو جائے گی کہ ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا!

تاآنکہ پوری اُمّتِ مسلمہ کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد آ جائے گا اور وہ نقشہ بالفعل نگاہوں کے سامنے آ جائے گا جس کا خواب نصف صدی پیشتر حکیم الامّت علّامہ اقبال مرحوم و مغفور نے دیکھا تھا‘ یعنی ؎

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گُل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

اب اصلاً تو ہمیں آگے بڑھ کر اس امر پر غور کرنا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نبوی طریق کار کیا ہے‘ اور اس کے لیے نبی اکرم ﷺ نے کیا حکمتِ عملی اختیار فرمائی تھی۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ایک حکیمانہ قول کے مطابق جسے امام مالکؒ نے زندۂ جاوید بنا دیا‘ اس اُمّت کے آخری حصّے کی اصلاح اور تعمیرِ نو صرف اسی طریق پر ممکن ہے جس پر اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی...... لیکن اس سے قبل...... اُمّتِ مسلمہ کے اتحاد کی اہمیت اور اس کے اجتماعی نصب العین کی وضاحت کے ضمن میں امیرِ تبلیغ مولانا محمد یوسفؒ کی زندگی کی آخری تقریر سے نہایت اہم اور ایمان افروز اقتباس پیش کیا جاتا ہے تاکہ موضوع کی اہمیت مزید نکھر کر سامنے آ جائے۔

اُنہوں نے اپنے انتقال سے صرف تین دن قبل یعنی 30 مارچ 1965ء کو بعد نمازِ فجر رائے ونڈ کے تبلیغی مرکز میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی۔ اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں‘ جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے چمکائے گا‘ ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔

یہ اُمّت بڑی مشقت سے بنی ہے۔ اس کو اُمّت بنانے میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے بڑی مشقتیں اُٹھائی ہیں اور اُن کے دشمن یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک اُمّت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں‘ اب مسلمان اپنا اُمّت پنا (یعنی اُمّت ہونے کی صفت) کھو چکے ہیں۔ جب تک یہ اُمّت بنے ہوئے تھے‘ چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔ ایک پکا مکان نہیں تھا‘ مسجد تک پکی نہیں تھی۔ مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا‘ مسجد نبویؐ میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے۔ سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داری ؓ ہیں‘ وہ 9ھ میں اسلام لائے ہیں اور 9ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ مختلف قومیں‘ مختلف زبانیں‘ مختلف قبیلے ایک اُمّت بن چکے تھے۔ تو جب یہ سب کچھ ہو گیا، اُس وقت مسجد نبویؐ میں چراغ جلا‘ لیکن حضور ﷺ جو نورِ ہدایت لے کر تشریف لائے تھے وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور اُمّت بن چکی تھی۔ پھر یہ اُمّت دنیا میں اٹھی۔ جدھر کو نکلی ملک کے ملک پیروں میں گرے۔ یہ اُمّت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان‘ اپنی برادری‘ اپنی پارٹی‘ اپنی قوم‘ اپنے وطن‘ اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ اور رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اُمّت جب ہی بنتی ہے جب اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں سارے رشتے اور تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک اُمّت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری اُمّت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی۔

اُمّت کسی ایک قوم اور ایک علاقے کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے‘ بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جُڑ کر اُمّت بنتی ہے۔ جو کسی ایک قوم اور ایک علاقے کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے‘ وہ اُمّت کو ذبح کرتا ہے اور اُس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور ﷺ اور صحابہؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ اُمّت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اس کے بعد کٹی کٹائی اُمّت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر اُمّت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر اُن کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی‘ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر

سکیں گے۔ لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم اُمّت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لیے پٹ رہا اور مر رہا ہے کہ اُس نے ''اُمّت پنے'' کو ختم کر کے حضور ﷺ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے۔ میں یہ دل کے غم کی باتیں کہہ رہا ہوں۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ اُمّت اُمّت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ اُمّت کیا ہے اور حضور ﷺ نے کس طرح اُمّت بنائی تھی؟

اُمّت ہونے کے لیے اور مسلمانوں کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لیے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو، مدرسہ ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو۔ حضرت علی ؓ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اُس نے کہا سب کچھ کر لو' لیکن میری زبان مت کاٹو' تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ کا قاتل میری اُمّت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت ترین آدمی ہوگا۔ اور مدرسہ کی تعلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھ دی' حالانکہ انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا۔ تو جو باتیں ابن ملجم اور ابوالفضل اور فیضی میں تھیں وہ اُمّت بننے کے لیے اور خدا کی غیبی نصرت کے لیے کیسے کافی ہو سکتی ہیں؟

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے۔ وہ جب سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنا لیا تو وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات آ گئی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ' ان کی بات یہاں کیوں چلے؟ اُنہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی۔ ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کر دیئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر اُمّت پنے کو توڑ دیا۔ اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو' میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب اُمّت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دب نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجے میں انصار و مہاجرین میں تفریق ہو جاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعدؓ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا ؎

قتلنا سیّد الخزرج سعد بن عبادہ
رمیناہ بسھم فلم یخط فوادہ

(ہم نے قبیلۂ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا جو ٹھیک اس کے دل پر لگا۔) اس واقعہ نے ثابت کر دیا اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقے کی بنیاد پر اُمّت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو توڑ کر رکھ دے گا۔

اُمّت جب بنے گی جب اُمّت کے سب طبقے بلا تفریق اُس کام میں لگ جائیں گے جو حضور ﷺ دے کے گئے ہیں۔ اور یاد رکھو' اُمّت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاشرت اور معاملات کی خرابیاں ہیں۔ ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اُس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف دیتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزّتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور اُمّت پنا ٹوٹتا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے اُمّت نہیں بنے گی بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لیے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس اُمّت کو اُمّت بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے۔ ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا۔ اُس وقت اُمّت بنی ہوئی تھی۔ یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلے یا ایک ہی طبقے کے نہ تھے' بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے جو حضور ﷺ کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے مشورے سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح ہو کہ سب سے زیادہ حضور ﷺ کے قبیلے والوں کو دیا جائے' اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے قبیلے والوں کو' پھر حضرت عمرؓ کے قبیلے والوں کو۔ اس طرح حضرت عمرؓ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے۔ جب یہ بات حضرت عمرؓ کے سامنے رکھی گئی تو آپؓ نے اس مشورے کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس اُمّت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور ﷺ کی وجہ سے اور آپ ﷺ کے صدقہ میں مل رہا ہے' اس لیے بس حضور ﷺ کے تعلق کو ہی معیار بنایا جائے۔ جو نسب میں آپ ﷺ کے زیادہ قریب ہوں اُن کو زیادہ دیا جائے' جو دوم' سوم' چہارم نمبر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے۔ اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے' اس کے بعد بنی عبد مناف کو' پھر قصی کی اولاد کو' پھر کلاب کو' پھر کعب کو' پھر مرّہ کی اولاد کو۔ اس حساب سے حضرت عمرؓ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور اس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا' مگر حضرت عمرؓ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلے کو اتنا پیچھے ڈال دیا۔ اس طرح بنی تھی یہ اُمّت!

اُمّت بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو' پھوٹ نہ پڑے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز' روزہ' حج' تبلیغ' سب کچھ کیا ہوگا' مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا' کیونکہ اُس کی کسی بات نے اُمّت میں تفریق ڈالی ہوگی۔ اُس سے کہا جائے گا کہ پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے' جس کی وجہ سے اُمّت کو نقصان پہنچا اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز' روزہ' حج وغیرہ کی بہت کمی ہوگی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا' مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا۔ وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے؟ اس کو بتایا جائے گا کہ تو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے اُمّت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رُک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہو گیا۔ یہ سب تیرے اُسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔

اُمّت کے بنانے اور بگاڑنے' توڑنے اور جوڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس لیے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبان پر قابو ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ ہر وقت یہ خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اُس کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات کو سُن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آ رہی تھی۔ حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضور ﷺ کی' اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اوس و خزرج شیر و شکر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کس طرح ان کو پھر سے لڑایا جائے۔ ایک مجلس میں جس میں قبیلوں کے آدمی موجود تھے' ایک سازشی آدمی نے اُن کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کر اشتعال پیدا کر دیا۔ پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں' پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضور ﷺ سے کسی نے جا کر کہا۔ آپ ﷺ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے۔ آپؐ نے

بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا۔ دونوں فریقوں نے محسوس کرلیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا' دونوں روئے اور گلے ملے اور سورۃ آل عمران کی یہ آیتیں نازل ہوئیں:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ﴿۱۰۲﴾ ''اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنا چاہیے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرماں بردار بندے بنے رہو۔'' جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا' اُس کے قہر وعذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اُس کی تابعداری کرے گا تو شیطان بھی اُسے نہیں بہکا سکے گا اور اُمّت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی۔

''اور اللہ کی رسّی کو یعنی اُس کی کتابِ پاک اور اُس کے دین کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو۔ یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور اُمّت بننے کی صفت کے ساتھ سب مل جُل کر دین کی رسّی کو تھامے رہو اور اُس میں لگے رہو' اور قوم کی بنیاد پر یا علاقے کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو' اور اللہ کے اُس احسان کو نہ بھولو کہ اُس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آ رہی تھی' تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا۔ اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے' بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا۔'' (آل عمران:103)

شیطان تمہارے ساتھ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور ہر فساد سے روکنا ہو: ''اُمّت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کے خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کے لیے اور خیر اور نیکی کے راستے پر چلنے کے لیے محنت کرتا رہے۔ نمازوں پر محنت کرے' ذکر پر محنت کرے۔ برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لیے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے اُمت ایک اُمّت بنی رہی۔''

(ماخوذ ''دو خطروں کا علاج'' از حضرت مولانا محمد یوسفؒ)

ہر شخص محسوس کرسکتا ہے کہ اس تقریر کا ایک ایک لفظ دل سے نکلا ہے اور اس میں کسی تکلف اور تصنّع یا آورد کا کوئی شائبہ موجود نہیں ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ آج ملّتِ اسلامیہ پاکستان کو سب سے زیادہ ضرورت اسی سبق کی نہیں ہے جو ان فرمودات میں سامنے آتا ہے! (کاش کہ ملّت کے دردمند اصحابِ ثروت اس تقریر کو نہ صرف اردو بلکہ پاکستان کی جملہ علاقائی زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں طبع کرا کے تقسیم کرائیں۔) ❁❁

تنظیم اسلامی کا پیغام — **خلافتِ راشدہ کا نظام**

بانیٔ تنظیم: **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمہ اللہ — إن شاء الله — امیر تنظیم: **شجاع الدین شیخ** حفظہ اللہ

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام
سالانہ اجتماع کی قائم مقام زونل اجتماعات

یہ اجتماعات تمام زونز میں بروز ہفتہ 15 نومبر صبح 9:00 بجے تا 16 نومبر بروز اتوار دن 2:00 بجے تک منعقد ہوں گے۔ تمام رفقاء تنظیم اسلامی اپنے اپنے زون کے اجتماع میں شرکت کر کے اپنی تنظیمی فکر کو تازہ کریں۔

برائے زون شرقی پاکستان — حلقہ جات لاہور شرقی، لاہور غربی، گوجرانوالہ، سرگودھا

بمقام: دارُالاسلام مرکز تنظیم اسلامی 23.KM ملتان روڈ چوہنگ، لاہور

برائے رابطہ: 78-35473375(042)

برائے زون جنوبی پاکستان — حلقہ جات کراچی جنوبی، کراچی شرقی، حیدر آباد

بمقام: قرآن اکیڈمی ڈیفنس، فیز 6، کراچی

برائے رابطہ: 021-34306041

برائے زون جنوبی پاکستان — حلقہ جات کراچی شمالی، کراچی وسطی، بلوچستان

بمقام: قرآن اکیڈمی یاسین آباد، بلاک نمبر 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی

برائے رابطہ: 021-36823201

برائے زون شمالی پاکستان — حلقہ جات اسلام آباد، پنجاب شمالی، آزاد کشمیر، پوٹھوہار

بمقام: مسجد جامع القرآن کمپلیکس، پیپھونٹ نز دنیلور، اسلام آباد

برائے رابطہ: 051-2751014 / 051-4866055

برائے زون خیبر پختونخوا — حلقہ جات ملاکنڈ، خیبر پختونخوا جنوبی

بمقام: ریفلیکس ایجوکیشن سسٹم (نرسنگ کالج) عقب عسکری 6، ناصر باغ روڈ، پشاور

برائے رابطہ: 091-2262902

برائے زون وسطی پاکستان — حلقہ جات فیصل آباد، ساہیوال، بہاولنگر، پنجاب جنوبی

بمقام: قرآن اکیڈمی BZU کیمپس، حامد نگر بوسن روڈ نز دبچ ولاز، ملتان

برائے رابطہ: 061-6520451/03226187858

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی، فون: 78-35473375(042)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ تبلیغ

ابوعبداللہ

عربی لغت کی معروف کتاب ''لسان العرب'' کے مطابق تبلیغ کا لغوی معنی پہنچانا ہے اور اصطلاح میں اس کے معانی یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی بالخصوص دینی امور (اسلام) کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ تبلیغ کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مخاطب تک دین کی بات ایسے انتہائی عمدہ اور دلنشین طریقے سے پہنچانا کہ اس کے دل و دماغ میں اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ تبلیغ یا دینِ اسلام کی دعوت رسول اکرم ﷺ کا فرضِ منصبی تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ:65) ''اے رسولؐ پہنچا دیجیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے، آپؐ کی طرف آپؐ کے رب کی جانب سے۔''

رسولِ مقبول ﷺ نے اپنے اس فرضِ منصبی یعنی فریضۂ تبلیغ و رسالت کو 23 سال تک جس بے نظیر ثابت قدمی، جانفشانی، بلند ہمتی، تسلسل اور دن رات کی انتھک محنت، دردمندی، صبر و برداشت اور استقلال سے ادا فرمایا، اس کی مثال پیغمبرانہ اور مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اعلانِ نبوت کے پہلے دن سے لے کر وصال تک آپ ﷺ کو جس چیز کا سب سے زیادہ احساس رہا اور جس چیز نے آپ ﷺ کو دن رات بے قرار کیے رکھا اور جس غم نے آپ ﷺ کو ہمیشہ پریشان کیے رکھا وہ یہی دعوت و تبلیغ رسالت کا فریضہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس ہدایتِ ربانی اور آئینِ آسمانی کے موافق اُمت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔ حکومت اور حکمرانی کے امور سے لے کر عام جسمانی غسل وطہارت تک کے آداب اپنی امت کو سکھائے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مشرک آدمی نے ان سے استہزاء ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا صاحب (پیغمبر) تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے حتیٰ کہ قضائے حاجت کرنے کی بھی۔ تو میں نے (بڑے فخر سے) کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کریں، اپنے دائیں ہاتھوں سے استنجا نہ کریں اور استنجا کے لیے تین پتھروں/ ڈھیلوں سے کم پر اکتفا نہ کریں جس میں گوبر ہو اور نہ ہڈی۔ (سنن نسائی)

آپ ﷺ نے اللہ کے دین کی دعوت بلا کم و کاست اور بے خوف وخطر نوعِ انسانی تک پہنچا کر خدا کی حجت اس کے بندوں پر تمام کردی۔

آپ ﷺ نے وصال سے دو اڑھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقعہ پر میدانِ عرفات میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جمِ غفیر سے اپنے تاریخی اور یادگار خطبے میں تبلیغ رسالت کا حق ادا کرنے کی چشم دید شہادت اور اقرار لیتے ہوئے آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور بارگاہ الٰہی میں تین مرتبہ عرض کیا: اے اللہ گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

نبی اکرم ﷺ کا اندازِ تبلیغ

آپ ﷺ نے فریضۂ نبوت کی ادائیگی کے دوران کس طرح کا انداز اور طرز اختیار فرمایا۔ ذیل میں اس حوالے سے کچھ مظاہر درج کیے جاتے ہیں:

1۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور احسن طریق سے بحث

حضور نبی اکرم ﷺ کے اندازِ تبلیغ کی بابت خود باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یوں اصولی اور بنیادی ہدایت فرمائی کہ:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ﴾ (النحل:125) ''آپؐ دعوت دیجیے اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ، اور ان سے بحث کیجیے بہت اچھے طریقے سے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو دعوت کے تین طریقوں کی تعلیم دی ہے:

1۔ حکمت

2۔ موعظہ حسنہ

3۔ احسن طریقے سے بحث

1۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ دین کی دعوت کو نہایت پختہ اور مضبوط دلائل اور براہین کی روشنی میں ایسے حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے کہ انہیں سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا حقیقت پسند اور منصف مزاج طبقہ، اگر اس نے کانوں میں ضد اور ہٹ دھرمی کی روئی نہیں ٹھونس رکھی تو اُسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ دنیا کے سارے خیال اور فلسفے ان دلائل کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات پیغمبرِ الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تک تبدیل نہ کر سکیں۔

2۔ موعظہ حسنہ سے مراد ہے موثر اور رقت انگیز نصیحت جس میں نرم خوئی اور دل سوزی کی روح بھری ہو۔ عام مشاہدہ ہے کہ اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسنِ اخلاق سے خوبصورت معتدل اور دلنشین پیرائے میں جو نصیحت کی جاتی ہے، اُس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں اور لوگ مبلغ کی زبان سے خوبصورت باتیں سن کر منزلِ مقصود کی طرف دوڑنے لگتے ہیں۔

البتہ دنیا میں ہمیشہ کچھ ایسے لوگ بھی رہے ہیں جن کا کام فی سبیل اللہ ہر چیز میں الجھنا، بات چیت میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں اور نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و تمحیص اور مناظرہ کا بازار گرم رہے۔ اس لیے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں تیسری ہدایت ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ﴾ کے الفاظ کے ذریعے فرمائی گئی کہ اگر بحث ومناظرے کا موقع آجائے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔ خواہ مخواہ دل کو دکھانے والی اور جگر کو زخمی کرنے والی باتیں مت کرو کہ جن سے معاملہ بڑھے۔ مقصود صرف تفہیم اور حق کو واضح کرنا ہو، سخت کلامی بداخلاقی اور ہٹ دھرمی سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

2۔ مخاطبین کی ذہنی استعداد کا لحاظ

تبلیغ و دعوتِ دین کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ نے جو اندازِ تبلیغ اختیار فرمایا، اس کے خدوخال کچھ اس طرح تھے کہ آپ بوقتِ دعوت؛ مخاطب یا مخاطبین کی ذہنی و عقلی استعداد، ان کی فطری صلاحیت اور ان کے طبعی مزاج کو بھی مدنظر رکھتے تھے۔

3۔ بات کا تکرار کرنا

نبی کریم ﷺ مخاطب کو سمجھانے اور بات کو ذہن نشین کرانے کے لیے اپنی بات کو انتہائی آسان پیرائے میں تین تین دفعہ دہراتے اور بعض اوقات مثالوں کا

بھی سہارا لیتے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔

عام دنیادار اور پیشہ ور واعظوں، خطیبوں، شعلہ بیان اور شیریں بیان مقررین کی طرح فنِ خطابت، جوشِ بیان اور شعلہ بیانی کے جوہر دکھانا یا اپنی علمیت کا رُعب جھاڑنا آپ ﷺ کی پیغمبرانہ شان وعظمت اور منصب کے خلاف تھا، ورنہ دنیا میں آپ ﷺ سے بڑا خطیب کون ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ کسی مسئلہ کو سمجھانے، کسی بات پر زور دینے یا اس کی غیر معمولی اہمیت واضح کرنے کے لیے بات کو تین دفعہ دہرانا آپ ﷺ کا معمول اور عادتِ کریمہ تھی۔ چنانچہ حضرت انس ؓ آپ کا یہ معمول بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آنجناب ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اس کا تین مرتبہ اعادہ فرماتے حتیٰ کہ وہ بات آپ ﷺ سے سمجھ لی جاتی اور (اسی طرح) جب آپ ﷺ کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں سلام فرماتے اور (اجازت کی خاطر) انہیں تین مرتبہ سلام کہتے۔''

(رواہ البخاری)

مخاطبین کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ بدوی اور شہری، پڑھا لکھا اور ان پڑھ یعنی عقل و تجربہ کے مختلف مدارج رکھنے والے انسانوں کو مختلف طریقوں سے دعوت دیتے تھے۔

4۔ مخاطبین کی نفسیات اور مزاج کا لحاظ

آپ ﷺ کے اندازِ تبلیغ میں ایک چیز یہ بھی نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے مخاطبین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے جذبات و احساسات کا بھی پورا پورا خیال فرماتے تھے۔ اگر جذبات میں سردمہری ہوتی تو آپ ﷺ حکمت کے ساتھ اُن میں حرارت پیدا کردیتے۔ اگر مخاطبین کے جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہوجائیں۔

انسانی نفسیات ہے کہ انسان طبعی طور پر مشکل چیزوں کو قبول کرنے کے لیے فوری طور پر تیار نہیں ہوتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی نومسلم لوگوں پر مشکل اور بظاہر نفس پر بھاری احکامِ شریعت لاگو نہ فرمائے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کو دعوت وتبلیغ کے لیے یمن بھیجا تو انہیں ہدایت فرمائی:

((یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا))

''تم دونوں لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا نہ کہ مشکلات، اور لوگوں کو خوشخبری سنانا نہ کہ انہیں دین سے متنفر کردینا۔'' (صحیح بخاری)

5۔ مخاطبین کی عزتِ نفس کا تحفظ

آپ ﷺ اپنی دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت، اصلاحِ دین اور لوگوں کی عزتِ نفس کو بھی ملحوظ رکھتے۔ اگر کسی آدمی سے کوئی خلافِ شرع حرکت یا غلطی سرزد ہوجاتی تو نام لے کر لوگوں کے سامنے اُس کو شرمسار نہ فرماتے بلکہ فرماتے: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس طرح کی حرکت کرتے ہیں۔ اس انداز سے اس کی عزتِ نفس بھی مجروح نہ ہوتی اور اس کی اصلاح بھی ہوجاتی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انسان تھے، بتقاضائے بشریت اُن سے خلافِ ادب چیزیں یا چھوٹی موٹی غلطیاں بھی ہوجاتی تھیں، ایسی صورت میں نبی رحمت ﷺ کا معمول تھا کہ برسرِ عام ان کا نام لے کر انہیں شرمندہ نہ فرماتے، نہ براہِ راست ٹوکتے تاکہ انہیں مجلس میں کسی قسم کی خفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ نام لیے بغیر اشارے کنایے میں اُن کی اصلاح فرمادیتے کیونکہ مقصود متعلقہ آدمی کی اصلاح ہوتی تھی نہ کہ لوگوں کے سامنے اُسے خواہ مخواہ شرمندہ کرنا۔ اس حکمت بھرے انداز میں نصیحت سے اُس مخصوص آدمی کی اصلاح بھی ہوجاتی، اس کی عزتِ نفس بھی محفوظ رہتی اور بقیہ لوگ بھی خبردار ہوجاتے۔ یوں متعلقہ آدمی کو سب لوگوں کے سامنے شرمندہ یا ہلکا نہیں ہونا پڑتا تھا۔

ایک آدمی کو نماز کے دوران آسمان کی طرف نظریں اٹھائے دیکھا تو فرمایا:

''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنی نماز کے دوران اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے متعلق بڑی سختی سے فرمایا: لوگوں کو ایسا کرنے سے باز آجانا چاہیے، ورنہ اُن کی بینائی کو اچک لیا جائے گا۔'' (رواہ البخاری)

6۔ مخاطبین کی خیرخواہی اور غم خواری کا جذبہ

حضور نبی اکرم ﷺ کی تبلیغ میں سب سے اہم، ممتاز ومنفرد اور نمایاں چیز جس نے بڑے بڑے مخالفین اور دشمنوں کو آستانہ محمدی ﷺ پر جھکنے کے لیے مجبور کردیا تھا، وہ مخاطبین وسامعین اور ساری انسانیت کی سچی خیرخواہی، ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ تھا۔ یہی خیرخواہی کا جذبہ آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ کے ایک ایک فرد کے پیچھے لے گیا۔ اسی انسانی ہمدردی و خیرخواہی کے جذبہ نے آپ ﷺ کو مکہ کے بازاروں، میلوں اور موسمِ حج میں عرب کے ایک ایک قبیلے کے پاس جانے پر مجبور کیا۔ اسی خیرخواہی کے جذبہ نے آپ ﷺ کو طائف کے بازاروں میں لہولہان کرایا۔

علاوہ ازیں اہلِ علم جانتے ہیں کہ وہ کون سی ذہنی کوفت اور جسمانی اذیت ہے جو اس معصوم، پاکباز اور رحمۃ للعالمین ذات کو اس میدان میں برداشت نہیں کرنا پڑی مگر قربان جائیں! اس سراپا شفقت ورحمت اور اپنی قوم وانسانیت کے حقیقی خیرخواہ پر جو اپنی قوم کے اس معاندانہ بلکہ شرمناک، اذیت ناک اور ننگِ انسانیت رویہ کے باوجود راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اُن کی ہدایت کے لیے دعائیں کرتے رہے۔ لوگ اپنی ناسمجھی اور عاقبت نااندیشی سے کفر وشرک اور معاصی کے باعث کس طرح جہنم کی آگ میں گر کر ہلاک ہونا چاہتے تھے اور نبی رحمت ﷺ کو ان ناسمجھوں اور عاقبت نااندیشوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کتنی فکر تھی؟ اس فکرمندی، ہمدردی اور غمخواری کو آپ ﷺ نے ایک مثال دے کر یوں واضح فرمایا ہے کہ:

''حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میری مثال آگ روشن کرنے والے شخص کی طرح ہے۔ جب آگ سے اُس کا آس پاس روشن ہوگیا تو پروانے اس میں گرنے لگے۔ آگ جلانے والے نے انہیں بچانے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن وہ اس سے بے قابو ہو کر گرتے رہے۔ بس میں تمہیں آگ سے بچانے کے لیے پیچھے سے پکڑتا ہوں لیکن تم ہو کہ اس میں گرتے جا رہے ہو۔'' (رواہ البخاری)

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آپ ﷺ کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ، قوم کے لیے رو رو کر کی ہوئی دعائیں، دلسوزی اور خیرخواہی آخر کیسے رائیگاں جاسکتی تھی؟ بالآخر یہ چیزیں رنگ لائیں اور ایک وقت آیا کہ بیت اللہ پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ سارا عرب سرنگوں ہوگیا۔ دنیا پر حق آشکارا ہوگیا۔ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہونے لگے: معروف اسلامی محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ کی تبلیغ سے تقریباً پانچ لاکھ آدمی آپ ﷺ کے وصال تک دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے تھے۔ اس لیے آج بھی اگر حضور اکرم ﷺ کے درج بالا اندازِ تبلیغ کو اپنایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے خاطرخواہ نتائج نہ نکلیں۔

❀❀❀

دعوتِ دین کا محاذ اور خواتینِ اسلام

ڈاکٹر عطیہ اشرف

دینِ اسلام کی ترقی اور بقا کا دارومدار دعوت و تبلیغ پر ہے، حضور نبی عالم ﷺ نے دنیا میں نہ صرف قرآن کا درس دیا بلکہ دعوت و تبلیغ کے ذریعے بھی اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلایا جس کی برکت سے آج عرب و عجم نورِ قرآن سے منور اور فیضِ اسلام سے مستفیض ہیں۔

دورِ حاضر میں ہر طرف شرک کے بادل امنڈتے ہوئے نظر آرہے ہیں، خود ساختہ رسومات اور بدعات کو سنت نبویہ ﷺ کا عنوان دیا جارہا ہے اور قرآنی مفاہیم کو حدیث رسول ﷺ کے خلاف ثابت کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت دین کی دعوت و تبلیغ کے ذریعے دنیا کے گوشے گوشے میں حق کا پیغام پہنچائے تاکہ عوام باطل پرست اور دین پر دنیا کے جلبِ منفعت اور عقیلِ زر کی خاطر ترجیح دینے والوں کے ہتھکنڈوں کا شکار نہ ہوسکیں۔

قرآن کریم خواتین کے دعوتی کردار پر اسی طرح روشنی ڈالتا ہے: ''اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔'' (التوبہ: 71)

خواتین ان چھ محاذوں پر اصلاح وتزکیے اور تربیت وتذکیر کا فریضہ انجام دیں۔

پہلا محاذ

عورت کے اس کے بچے اور بچیاں ہیں، آج غیر اسلامی ماحول، ٹی وی، انٹرنیٹ کے ذریعے ہر گھر فتنوں اور اخلاقی برائیوں کی زد میں ہے، اس قدر زہریلا مواد ان ذرائع سے بچوں کے ذہنوں میں انڈیلا جارہا ہے کہ فی الفور اس کا تدارک نہ کیا گیا تو بچہ پوری طرح دین سے برگشتہ ہوسکتا ہے، فکر وعمل کی گمراہیوں میں مبتلا ہوسکتا ہے، خاص طور پر ماں کی تربیت بچوں کو عمل و کردار کے مقام بلند پر فائز کرسکتی ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی درحقیقت ایک ماں کی تربیت کا کرشمہ تھی، کیونکہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس ویرانے میں اسماعیل علیہ السلام کو اپنی نگہداشت میں رکھا تھا اور ان کے دل و دماغ میں جذبہ ایمان کی پرورش میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی، پھر وہ عظیم الشان کردار وجود میں آیا کہ قیامت تک کے لیے عقل انسانی حیران و ششدر ہے۔

اس ضمن میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا کارنامہ قابل ذکر ہے، جنگ قادسیہ میں اپنے چار لاڈلوں کے ساتھ میدان جنگ میں شریک ہوئیں اور جن الفاظ میں اپنے لاڈلوں کو جہاد کے لیے تیار کیا وہ صفحہ تاریخ میں آج تک محفوظ ہے، فرماتی ہیں: ''پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہو۔ اور تم نے ہجرت کی، اللہ وحدہ لاشریک کی قسم تم جس طرح ایک ماں کی اولاد ہو ایک باپ کے بیٹے ہو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی اور نہ ہی تمھاری ماؤں کو ذلیل کیا ہے جو ثواب اللہ نے کافروں سے لڑنے میں رکھا ہے تم اُسے خوب جانتے ہو۔''

جوش وجذبے سے لبریز حضرت خنساءؓ کے بیٹوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے باری باری جام شہادت نوش کرلیا اور اپنی مجاہدہ ماں کا نام اسلامی تاریخ میں روشن کردیا۔

دوسرا محاذ

ایک عورت بحیثیت بیوی اپنے بچوں کے بعد اپنے شوہر کی فکری و اخلاقی اصلاح کی ذِمّہ دار ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اُس کی بچوں کی نگہبان ہے۔'' (بخاری)

اگر عورت اپنے شوہر کی اصلاح اور اُسے دین سے وابستہ کرنے کا بیڑا اٹھالے تو سماج و معاشرہ پر بڑی حد تک دین کی چھاپ نظر آنے لگے، میاں بیوی ایک دوسرے کے اندر خیر وتقویٰ کی بازیابی اور برائیوں کے ازالے کی جدوجہد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاریں تو شر کا منبع بند ہوگا اور اعلیٰ قدروں کی ہوائیں چلیں گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس عورت پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو رات کو اٹھ کر (خود بھی تہجد) کی نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو جگائے تاکہ وہ بھی نماز پڑھے اور اگر شوہر (غلبہ نیند و سستی کی وجہ سے) نہ جاگے تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔'' (ابوداؤد، سنن نسائی)

تیسرا محاذ

ایک عورت اپنے رشتے داروں میں دعوت کا کام بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ اپنے رشتے داروں پر اثر انداز ہوگی، رشتہ اپنا اثر دکھاتا ہے۔ رشتہ دار خواتین تک مختلف مناسبتوں سے رسائی کے مواقع ہوتے ہیں۔ اگر ذہن دعوتی ہو تو خواتین کے لیے بھی مواقع کی کمی نہیں ہوگی۔ شادی بیاہ، خرید و فروخت اور بغرض تفریح و ملاقات، ایک دوسرے کے یہاں آمدورفت کو دعوتی مواقع میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، اس دعوتی عمل کے ذریعہ خواتین ایک بہت بڑے خلا کو پُر کرسکتی ہیں، یہ مرحلہ ممکن تو ہے لیکن آسان نہیں ہے بلکہ اس ممکنہ دعوتی رول کے لیے ایک متحرک دعوتی ذہن درکار ہے۔

چوتھا محاذ

خواتین دروس و بیانات کے ذریعے بھی دعوت و تبلیغ کا عظیم الشان فریضہ انجام دے سکتی ہیں۔ سلف میں خواتین کے دینی وعلمی حلقوں کے شواہد تاریخ میں ملتے ہیں۔ خواتین گھروں، مسجدوں، دکانوں اور رباطات میں، باغات میں اور دیگر مقامات میں مسندِ تدریس پر بیٹھتی تھیں اور خواتین ان سے استفادہ کرتی تھیں۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ ان تینوں مساجد میں خواتین کے دروس و بیانات ہوا کرتے تھے۔

اسلامی تاریخ میں دمشق کی مسجد اموی کی بھی غیر معمولی اہمیت ہے۔ اس میں بھی خواتین کی درس وتدریس کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ اُس نے مسجدِ اموی کی زیارت کی اور وہاں متعدد خواتین، مثلاً زینب بنت احمد اور عائشہ بنت محمد سے حدیث کی سماعت کی۔

لہٰذا شرع کے دائرے میں رہتے ہوئے یہ روایت آج باشعور خواتین جاری وساری رکھیں، اپنا علمی فیض دوسری خواتین تک پہنچائیں۔

پانچواں محاذ

جو خواتین تعلیم یافتہ ہیں وہ تدریس کے ذریعے دعوت کے کام کو بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہیں۔ گرلز اسکولوں اور پرائمری سطح کے اسکولوں اور نسواں میں طلبہ کی ذہنی واخلاقی تربیت میں نمایاں کردار نبھا سکتی ہیں۔ ایک ٹیچر طلبہ پر جو چھاپ ڈال سکتی ہے وہ دوسروں کے بس کا روگ نہیں ہے، ذہن سازی اور کردار سازی کے اسکولوں میں بہترین مواقع ہوتے ہیں، اسی وجہ سے دعوتی تنظیمیں ذمے داروں سے اجازت لے کر اسکولوں میں پروگرام کرتی ہیں تاکہ بیک وقت وہ کثیر طلبہ کو خطاب کرسکیں اور اپنے فکر وفلسفہ کے مطابق ان کی ذہن سازی کرسکیں۔ ان تمام دائروں اور حلقوں میں عورت پوری مستعدی کے ساتھ اپنا دعوتی کردار ادا کرے تو میدانِ عمل میں کوئی خلا نظر

نہیں آتا ہے۔ دعوت سماج کے ہر طبقے تک رسائی حاصل کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پھر خارج میں جو دعوتی سرگرمیاں ہیں وہ اس سے زائد ہوں گی۔

چھٹا محاذ

یہ بات ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ صحافت دعوت کا بڑا مؤثر ہتھیار ہے۔ آج ذہنوں کو تبدیل کرنے، رائے عامہ کو ہموار کرنے اور دیگر مفادات کے حصول میں صحافت کا استعمال منصوبہ بند طریقے سے ہو رہا ہے، اس کی تاثیر و ہمہ گیری کا ایک زمانہ قائل ہو چکا ہے، ضروری ہے کہ خواتین اس میدان میں پیش رفت کریں اور اپنے علم و صلاحیت کے مطابق قلم کو حرکت میں لائیں تاکہ انتہائی محفوظ طریقے سے اپنے پیغام کو ہر طبقے تک پہنچا سکیں۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں معیاری تحریریں سفر کرتے ہوئے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ جاتی ہیں۔ آپ کے مضامین، کالمز اور دیگر تحریریں ایک بہت بڑی تعداد تک رسائی حاصل کر لیتی ہیں۔ دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں کے لیے صحافت ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ لہٰذا خواتین اپنے اندر قلمی صلاحیت پیدا کر کے اس میدان میں پیش رفت ضرور کریں اور میدان دعوت میں اپنی فتوحات کا جھنڈا لہرا دیں۔

دین اسلام میں کچھ چیزیں حالات اور وقت کا تقاضا کرتی ہیں۔ خواتین سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم کو بھی شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے دعوت دین کے لیے استعمال کریں۔ دین کی تبلیغ کر کے دین کو جتنا مدارس کے اندر پڑھانا ضروری ہے، اسی قدر دین کو سوشل میڈیا پر پھیلانا بھی موثر ہے۔

مدارس میں تو آتی ہی وہ خواتین ہیں جو دین سے پہلے ہی متاثر ہوتی ہیں۔ جب کہ سوشل میڈیا پر الحاد سر اٹھائے کھڑا ہے اور سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس پر وہ خواتین بھی ہوتی ہیں جن کو قرآن و سنت سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا۔ سوشل ویب سائٹس پر دین دار گھرانوں کی خواتین کم اور وہ خواتین بہت زیادہ ہیں جو صرف اس لیے مسلمان ہیں کہ وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی ہیں۔ جب سننے والیاں سوشل میڈیا پر موجود ہیں تو انہیں دین سمجھانے والیاں اس سے دور رہ کر کیسے دین کی خدمت کر سکتی ہیں۔ اور بسا اوقات انسان لمبی لمبی تحریریں لکھ کر بھی وہ بات نہیں سمجھا سکتا جو مختصر کلپ سے سمجھا سکتا ہے۔ لیکن اس کا استعمال بھی شریعت کے دائرۂ کار میں ہونا چاہیے۔

خواتین کے دعوتی کردار کے لیے یہ چند گزارشات تھیں، امید ہے کہ خواتین سنجیدگی سے غور کر کے عملی جامہ پہنائیں گی۔ اللہ توفیق ارزانی بخشے۔ آمین یا رب العالمین!

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حدی خواں

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مشترکہ شمارہ نومبر۔دسمبر 2025ء

مشمولات

☆ عرضِ احوال: کیا امن معاہدہ 'امن لائے گا؟ — رضاء الحق
☆ ابو ظبی سہرہ: عظمتِ قرآن — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ درسِ قرآن: سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ (۳) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ منبر و محراب: سب سے کمزور گھر — شجاع الدین شیخ
☆ حسنِ معاشرت: سرکاری ملازمین کا اخلاق و کردار — شجاع الدین شیخ
☆ ظروف و احوال: مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ! — ایوب بیگ مرزا
☆ دعوتِ فکر: دورِ فساد میں نجات کی راہ — قیصر جمال فیاضی
☆ جادۂ منزل: قافلہ تنظیم: منزل بہ منزل — خورشید انجم
☆ دعوت و تحریک: اسلامی تحریکوں کے ذمہ داران کے مطلوبہ اوصاف — مولانا صدر الدین اصلاحیؒ
☆ حسنِ عبادت: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ — ڈاکٹر ربیعہ ابرار
☆ معرفتِ رب: اسماء اللہ الحسنیٰ (۵) — پروفیسر حافظ قاسم رضوان
☆ تعارفِ کتب: ہماری مطبوعات — پروفیسر الطاف طاہر اعوان

دو ماہ کی اشاعت پر مشتمل خصوصی شمارہ ☆ صفحات: 164 ☆ قیمت 100 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور — K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)
maktaba@tanzeem.org — 0301-1115348

ہفت روزہ "ندائے خلافت"

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ و اقرباء تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

معاشرہ میں عورت کا کردار

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

آج پوری دنیا میں بے چینی، بے قراری، انتشار اور نفسیاتی عوارض روز افزوں ہیں۔ پوری دنیا جنگوں کا جہنم زار ہے۔ گھر ہوں یا خاندان، دفاتر ہوں یا کاروبار، سیاسی جماعتیں ہوں یا اقوام، کھینچا تانی کے مناظر چھائے نظر آتے ہیں۔ عالمی سطح پر جنگوں میں درندگی، انسانی اقدار کی تباہی کسی بھی ذی حس، ذی شعور کے ہوش گم کر دینے کے لیے کافی ہے۔ انسان کو انسان کے ہاتھوں پہنچنے والے دُکھ اور اذیتیں ناقابل بیان، ناقابل یقین ہیں۔ کتوں، بلیوں، مچھلیوں، بندروں کے حقوق کے غم میں گھلنے والے تو بہت سے لوگ اور ادارے پائے جاتے ہیں، لیکن انسانوں کو خوفناک کیمیائی بموں سے تباہ کرنے، وحشیانہ قتل عام کرنے اور بستیاں جلانے والے ہاتھوں کو روکنے والے کہیں نظر نہیں آتے۔ بلکہ عالمی قیادت، ویٹو کلب یا جی سیون (G7) یک جا ہو کر درندگی کی پشت پناہی کی منصوبہ بندی کرتی ہے!

اس تمہید میں پائے جانے والے ہوش ربا منظر نامے کی وجہ عورت ہے! ٹھہریے! یہ نہ کہیے کہ عورت کو ہر معاملے میں موردِ الزام ٹھہرانا اپنی جگہ بڑا ظلم ہے، مگر بقول اقبال:

قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور

دراصل عصرِ حاضر کی عورت خود ایک کٹھ پتلی بن چکی ہے۔ ہوس پرست مردوں اور عالمی حیا باختگی کے سوداگروں نے گزشتہ دو صدیوں سے انسانیت کو اُس عورت سے بتدریج محروم کیا ہے، جو مادرِ انسانیت تھی۔ آج بن ماں کے سسک سسک اور ٹھوکریں کھا کھا کر پلتے انسانوں کی تشنہ، ناپختہ، کج رو اور نفسیاتی بیماریوں کی ماری شخصیت کے ہاتھوں دنیا ابتر ہوئی پڑی ہے۔ انسانی بچہ سب سے زیادہ محنت، توجہ، بے پناہ محبت اور شفقت کا محتاج ہوتا ہے۔ اسے برائلر چوزوں کی طرح بلبوں کی روشنی، مصنوعی خوراک اور ٹیکوں کے ذریعے پال پوس کر چھوڑ دینا شرفِ انسانیت کی نفی ہے۔ صاحب کردار اور اعلیٰ اقدار کا فرد تیار کرنے کے لیے بے پناہ عرق ریزی، خونِ جگر، صبر و ایثار درکار ہوتا ہے۔ مضبوط محفوظ گھر کی چار دیواری میں ہمہ گیر و ہمہ پہلو محبت، دل داری گھونٹ گھونٹ اندر اُتارنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکیزہ گفتگو، مہذب آوازوں، اخلاق و کردار کی مہک ننھے بچے کے کانوں اور مساموں تک میں جگہ بناتی ہے۔ آنکھیں پاکیزہ مناظر سے روشنی پاتی ہیں۔ لقمۂ حلال جزوِ بدن بنتا ہے۔ گرد و پیش میں موجود ہر انسانی رشتہ پوری یکسوئی اور یک رنگی سے بچے کو پروان چڑھانے میں ہم آہنگ ہو، اخلاق و کردار کی آکسیجن فراواں ہو، تو انسان پرورش پاتے ہیں۔ دم گھونٹ دینے والی مسموم فضاؤں، کان کے پردے پھاڑتی موسیقی کی تانوں، تیز جھگڑالو آوازوں کے ہنگاموں اور نفسانی خواہشات کے بگولوں میں انسان کا بچہ نہیں پل سکتا۔ مہذب، شائستہ، نرم خو، متوازن اور مضبوط کردار کے انسانوں کی دنیا پروان نہیں چڑھ سکتی۔

معاشروں کی رہبری کرنے اور روشنی کا مینار بننے والے انسانوں کی جو فراوانی مسلم تاریخ کا قابل فخر سرمایہ ہے۔ اس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس کام کا آغاز وحی الٰہی کی روشنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں فشانی اور دل سوزی سے ہوا تھا، اُسے اُمت کی ماؤں نے تھام کر شخصیت سازی کی ذمہ داری اُٹھائی تھی۔ جس کے لیے اسلام نے عورت کو بے پناہ تحفظ، تقدس اور احترام دیا تھا۔ اس کے قدموں تلے جنت رکھی تھی شرف میں مشتِ ثریا سے بڑھ کے خاک اس کی! انسانی صفات سے لہلہاتی سرسبز و شاداب فصل جو صحابہ و صحابیات (رضوان اللہ علیہم) کی صورت میں اُٹھی تھی، اُس نے رہتی دنیا تک کے لیے سیرت سازی کا نمونہ فراہم کیا تھا۔ مسلم گھرانے بچے کی اٹھان، تعلیم و تربیت اور کردار سازی کے گہوارے بن گئے تھے۔ گئے گزرے اَدوار میں بھی یکا یک کوئی تراشا ہوا ہیرا سامنے آتا اور منظر بدل جاتا۔ مال و دولت کی فراوانی میں ڈوبتے اُبھرتے بنو اُمیہ کے دورِ بادشاہت میں عمر بن عبدالعزیزؒ اٹھتے ہیں اور ہوائیں فضائیں اس کردار کی خوشبو سے مہک اٹھتی ہیں۔ کبھی نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے رجال، اُمت کی تقدیر بدلنے کو میسر آ جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر آبادی سے اسی نبویؐ فارمولے کے تحت انسان سازی بروئے کار آتی رہی اور بہار کے مناظر لہلہا اٹھتے رہے۔ یہ تو دورِ حاضر کی بدنصیبی ہے کہ دنیا بھر میں بلا شرکت غیرے اقتدار و اختیار ایسے گروہوں اور مافیا کے ہاتھ آ گیا کہ جس کے بعد انسان بنانے کی فیکٹریوں پر تالے پڑ گئے۔ جان لیجیے اس فیکٹری کی کار پرداز ہستی (عورت) ہر جگہ موجود ہے۔ چوراہے پر ٹریفک کنٹرول کرنے، دکان پر سوداگری کرنے، ٹیلی ویژن سکرین پر دل لبھانے، سیاست کی گدی پر جوڑ توڑ کرنے اور جنگی جہازوں سے چھلانگ لگانے تک! کیا ان مقامات پر عورت موجود نہیں؟ مگر قرار اور وقار سے ٹِک کر انسان سازی جیسی اعلیٰ و ارفع، نفع بخش اور اہم ترین ذمہ داری سے طویل رخصت پر غائب ہے! خود بھی بے در، بے گھر، بے سکون اور انسانی معاشرے بھی تباہی کا شکار!

یہ طوفان مغرب میں تباہی لا کر آج آخری انتہا پر پہنچ چکا ہے اور عورت بند گلی میں بے دست و پا۔ مغربی مرد نے عورت کو اتنا عریاں، اتنا سستا، اتنا فراواں اور ہر جگہ ٹکے بھاؤ میسر کر دیا ہے کہ اب خود مرد کا دل بھی اس سے بے زار ہوتا نظر آ رہا ہے۔ معاشرہ اپنا حسن، رنگ روپ، مروت، ایثار، تحمل، برداشت، شفقت اور رافت کھو چکا ہے۔ معاشرے کا ایک خوب صورت منظر ننھے منے بچے ہوا کرتے ہیں۔ جو اُداس اور تھکے ماحول میں راحت، زندگی اور اُمید بھر دیتے ہیں۔ چہچہاتے، کھلکھلاتے، بھاگتے، دوڑتے اور کلکاریاں بھرتے بچے، مگر آج ان کی جگہ سارے منظر پر باقاعدہ پالتو کتے چھا چکے ہیں: غراتے، بھونکتے، دُم ہلاتے، رال ٹپکاتے! وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ! اس رنگ میں کتے بھنگ ملا چکے ہیں اور تصویرِ کائنات، انسانیت کے بہتے خون سے لہولہان ہو چکی ہے۔ جا بجا انسانوں کی جلی ہوئی، بموں سے چیتھڑا ہوئی لاشیں پڑی ہیں!

گورے مردوں نے عورت کو جس سفر پر ڈالا تھا، اس میں وہ مامتا کے مقام سے نکل کر مرد کی سفلی ہوس میں رگیدی کمفرٹ گرل اور سپائس گرل بننے کے راستے پر چل نکلی۔ یوں نام نہاد مغربی معاشروں نے انسانیت کے منہ پر کالک ملی۔ عالمی جنگوں میں صرف کروڑوں انسانی جانوں کا خون ہی نہیں کیا بلکہ عورت کو بھی بری طرح پامال کیا۔ عورت کو صنعتی انقلاب کے بعد معاشی دوڑ میں لا کھڑا کیا۔ گھر کو خود کار بنانے کے لیے ایجادات، مصنوعات کے ڈھیر لگا دیئے اور تمام گھریلو اُمور کی انجام دہی مشینی بنا دی۔ دوسری جانب خود عورت کو گھر اور بچوں سے باہر کی دنیا میں پیسہ کمانے، اور ساتھ ساتھ ضمنی طور پر دل لبھانے والی مشین بنا دیا۔ بازاروں میں فروزن سبزیاں، پکے ہوئے کھانے، چٹنیاں، ڈبل روٹیاں، برگر وغیرہ سب ارزاں ہوئے۔ کپڑے اور برتن دھونے کی مشینیں عورت کی نذر کیں۔

ڈے کیئر کی آیاؤں نے پرائے بچے پالنے کی ذمہ داری سنبھالی۔ سو سال کے اندر اندر نانیاں، دادیاں ملازمتوں اور پھر اپنی دوستیاں نبھانے میں یوں بے پناہ مصروف ہوئیں کہ بچے کرائے پر پلنے لگے۔ اگلی نسل میں بچے بھی کرائے پر پیدا ہونے لگے۔ بچے پیدا کر کے دینے کی نوکری بھی ایجاد ہو گئی۔ کھیل کے میدانوں میں شانہ بشانہ نے رہی سہی نسوانیت بھی

ختم کر دی۔ اب عورت نسوانیت، حیا، لطافت، تحمل، صبر، عمیق جذبات اور قدرت کی ودیعت کردہ پرورش اولاد کی خاطر جذباتیت کھوچکی۔

درحقیقت نسوانیت کی اسی موت نے خود انسانیت کو موت کی تاریک وادیوں میں دھکیل دیا ہے۔ عورت ایک برہنگی زدہ، کریہہ منظرنامے کے کردار کی مانند پھر رہی ہے۔ لاکھوں فحش سائٹس، مکروہ ترین ایجادات کا حصہ ہیں اور اربوں ڈالر کی صنعت ہے۔ ماں کے ہاتھ سے پکے اور خوشبودار مہکتے غذائیت سے بھرپور کھانوں کی جگہ فاسٹ فوڈ بھی موت ہی کی سوداگری ہے۔ (ہمارے ہاں اسی کلچر پر مرمٹنے کا جادو سرچڑھ کر بول رہا ہے، اور بازاری کھانوں میں اب گدھے کا گوشت، مردار مرغیاں اور کیا کچھ مزید نہیں کھایا کھلایا جارہا۔)

آج یہ ساری بدنصیبی، گلوبل ویلج کے بن مال کے پلے بدمست چودھریوں کے ہاتھوں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہے۔ پاکستان بھی اس کی زد میں ہے۔ اور اب تو سعودی عرب بھی کھل کھیل کر زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے کی شاہراہ پر آن کھڑا ہورہا ہے۔ دہشت گردی کی آڑ میں مسلمانوں اور خاص طور پر پاکستانیوں کو دھتکارتے امریکیوں کی رضا اور خوشنودی کی خاطر سندھ پولیس نے (CTD) سیمینار منعقد کر کے 40 یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر صاحبان کو اکٹھا کیا۔ مل بیٹھنے اور سر جوڑنے کے بعد توپوں کے سارے دہانے اسلام، دروس قرآن، دینی تربیت، حجاب، نقاب، داڑھی پر گولہ باری کے لیے کھول دیئے۔ اکا دکا میزائل نوجوان طلبہ وطالبات کو ایمان اور حیا سے روکنے کے اقدامات اور فرامین کی صورت صادر فرمائے۔ لبرل ترقی پسندانہ رویوں اور رجحانات کی حوصلہ افزائی کرنے کا حکم جاری ہوا۔ پہلے ہی تعلیم اور تعلم کا گلا گھونٹ کر یونیورسٹیاں اور کالج رنگ وخوشبو میں غرق، عشق عاشقی اور عیاشی پروان چڑھانے کے اداروں میں ڈھل رہے ہیں۔ جابجا طالبات جنسی ہراسانی کے عذاب میں مبتلا ہیں، خود اپنے اساتذہ کے ہاتھوں! ہم کیسے بدنصیب ہیں کہ بگٹٹ انہی راہوں پر آج دین ایمان سے منسوب اپنی شناخت بھلائے دوڑے چلے جارہے ہیں کہ جن راہوں پر چل کر مغربی ممالک تباہ ہوئے ہیں۔ طلاق کی شرح ہمارے ہاں بھی خوف ناک حد تک بڑھتی جارہی ہے۔ عورت دیوانہ وار تلاش معاش میں بھاگی دوڑی چلی جارہی ہے اور بچے رُل رہے ہیں۔ ایسے میں کردار سازی کہاں! بچے سسک سسک کر عدالتوں میں خلع طلاق کے کیسوں میں جدا ہوتے۔ ماں باپ کو دیکھتے اور چیخ چیخ کر پکارتے ہیں:

گھر توڑنے والے دیکھ کے چل، ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: نیک بندے ایک ایک کر کے دنیا سے گزرتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ کچرے کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا جیسے کھجور یا جو کا کچرا۔ اللہ اس بات کی پروا نہ کرے گا کہ انھیں کس وادی میں ہلاک کرے۔ آج دُنیا اس کچرے کا ڈھیر بنی نظر آتی ہے۔ اسے کچراادان بنانے میں جہاں نیکوکاروں کے اُٹھ جانے بلکہ لاتعلقی کا حصہ ہے، وہیں پر دنیا کو اس حال تک پہنچانے میں عورت کی بے قراری اور بے وقعتی کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ اس کا علاج؟ وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی! اپنی ماؤں میں سیّدہ مریم، سیّدہ ہاجرہؑ، سیّدہ خدیجہؓ، سیّدہ فاطمہؓ جیسا پاکیزہ ممتا بھرا اسوہ لوٹانے کی ضرورت ہے۔ یہی حج اور عمروں کا حاصل ہے۔ یہی ہمارا رول ماڈل ہے۔ قوم ماں کی گود سے پل کر نکلتی ہے:

بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

اولاد کو فتنۂ دجال کی آندھیوں سے بچانے کے لیے پروں کے نیچے چھپا کر پالیے۔ کم تر معیارِ زندگی پر برتر معیارِ بندگی کو شعار بنائیے۔ میڈیا کے مسموم ومذموم اثرات سے بچائیے۔ قرآن وسنت رگ وپے میں اتاریئے۔ پورے اعتماد سے مومنین ومومنات، قانتین وقانتات بنا کر پالیے۔ معترضین دیوانی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی بات پر کان نہ دھریئے! کہاں اسلام کی حیادار، عفت مآب محفوظ پاکیزہ عورت! اور کہاں مغربی معاشروں کی رگیدی بے وقعت عورت، بھوکی نگاہوں کے داغوں بھری چیچک زدہ عورت۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(30 اکتوبر تا 5 نومبر 2025ء)

جمعرات 30 اکتوبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 31 اکتوبر: خطاب جمعہ (تقریر) مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں ارشاد فرمایا۔ رات کو اپنی خالہ مرحومہ کے جنازہ وتدفین میں شرکت اور تذکیری گفتگو کی۔

ہفتہ 01 نومبر: صبح اسلام آباد روانگی ہوئی۔ حلقہ پنجاب شمالی کے دعوتی دورہ کے دوران پنجاب کالج کے ایک ادارہ میں ''سیرت النبی ﷺ سے نوجوانوں کے لیے رہنمائی'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ دوپہر کو گلریز قرآن اکیڈمی میں ''Youth Meet up'' کے عنوان سے نوجوان رفقاء اور اُن کے احباب کے ساتھ سوال وجواب کی تفصیلی نشست ہوئی۔ شام کو بحریہ ٹاؤن کے علاقہ میں ایک مارکی میں ''امت مسلمہ کی صورتحال اور پاکستان'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

اتوار 02 نومبر: صبح حلقہ پوٹھوہار کے دعوتی دورہ کے حوالہ سے نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب کے ساتھ روانگی ہوئی۔ کلرسیداں کے علاقہ میں ایک شادی ہال جس میں ''امت مسلمہ کا اتحاد اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب اور سوال وجواب کا اہتمام ہوا۔ بعد ازاں گوجر خان روانگی ہوئی۔ بعد نماز عصر مرکز حلقہ میں ایک رفیق تنظیم سے ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب مسجد العابد میں ''امت مسلمہ کا اتحاد اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

پیر 03 نومبر: صبح القادر یونیورسٹی، سوہاوہ میں ''سیرت النبی ﷺ سے نوجوانوں کے لیے رہنمائی'' کے موضوع پر خطاب کیا اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔ دن میں میرپور روانگی ہوئی۔ "Mirpur Institute of Medical Sciences" میں ''سیرت النبی ﷺ سے نوجوانوں کے لیے رہنمائی'' کے موضوع پر خطاب کیا اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔ سہ پہر کو اسلام آباد ایئرپورٹ کے لیے روانگی اور شام کو کراچی واپسی ہوئی۔

منگل 04 نومبر: شام کو ایک نوجوان حبیب کے ذریعہ دو علماء سے ملاقات ہوئی۔ طلبہ کی تربیت، عوام الناس میں دعوت کا کام، اتحادِ امت اور دیگر امور پر گفتگو ہوئی۔

بدھ 05 نومبر: رات کو لاہور آمد ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ متفقہ ترجمہ ونصاب قرآنی کے حوالہ سے ذمہ داریاں انجام دیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کرائیں۔

علامہ اقبال کی چار نسبتیں

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

9 نومبر 1877ء علامہ اقبال کا یوم پیدائش ہے۔ دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی ہم نے بھی اپنے مشاہیر سے بس اتنا سا تعلق رکھا ہوا ہے کہ ان کے یوم پیدائش پر ان کو یاد کر لیتے ہیں۔ علامہ اقبال سے یہ تعلق بھی اب آہستہ آہستہ کمزور پڑ گیا ہے۔ کم لوگ رہ گئے ہیں جو 9 نومبر کو علامہ سے رسمی تعلق کا اہتمام کرتے ہیں۔ حالانکہ پاکستان کے بقا و استحکام، ملت اسلامیہ کی تجدید و نشاۃ ثانیہ اور دین حق کے غلبے و اقامت جیسے اہم اور جلیل مقاصد کے ضمن میں علامہ اقبال کے فکر اور پیغام کی اشاعت وقت کا شدید تقاضا ہے تاکہ پاکستانی عوام میں بالعموم اور نوجوان نسل میں بالخصوص علامہ کے افکار و نظریات سے جو دوری پیدا ہو رہی ہے، اسے کم کیا جا سکے۔ اس سال اگر ہم اقبال سے تجدید تعلق کر کے ان کی فکر سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں تو ان شاء اللہ اس سے فائدہ ہوگا۔ علامہ اقبال کی زیادہ معروف حیثیتیں دو ہیں۔ وہ ایک بہت بڑے شاعر بھی ہیں اور ایک عظیم فلسفی و مفکر بھی۔ ان دو پر اظہار خیال کے لیے اعلیٰ علمی صلاحیت اور ادبی و شعری ذوق بھی درکار ہے۔ البتہ علامہ کی چار نسبتیں ایسی ہیں جن کا شعور ہر پاکستانی کو ہونا چاہیے تاکہ علامہ کا جو ہمارے اوپر احسان ہے اس کا کچھ حق ادا ہو سکے۔ علامہ ایک ایسی شخصیت ہیں جس کے ساتھ پاکستان میں بسنے والا ہر مسلمان، قطع نظر اس کے کہ وہ عوام میں سے ہو یا خواص میں سے اور بالکل ان پڑھ اور جاہل ہو یا عالم و فاضل، سہ گانہ و سہ گونہ رشتوں میں منسلک ہے۔

ایک یہ کہ یہ مملکت خداداد سرزمین پاکستان جس میں ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اقامت گزیں ہیں، اس کا وجود و قیام علامہ مرحوم ہی کے تخیل و تصور کا رہین منت ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عالمی ملت اسلامیہ اور امت مرحومہ جس سے ہم سب منسلک ہیں، اس دور میں اس کی عظمت و سطوت پارینہ کا سب سے بڑا مرثیہ خواں بھی اقبال ہے اور اس کے احیاء و نشاۃ ثانیہ کا سب سے بڑا حدی خواں بھی اقبال ہی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دین حق جس کے ہم سب نام لیوا ہیں اور جس کے بارے میں کچھ ہی پہلے حالی مرحوم نے کہا تھا:

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

اس دور میں خصوصاً تعلیم یافتہ طبقے میں اس کے اسرار و رموز کا سب سے بڑا راز دان بھی اقبال ہی ہے اور اس کی روح باطنی اور جسد ظاہری دونوں کے تجدید و احیاء کے عظیم ترین نقیب کی حیثیت بھی اقبال ہی کو حاصل ہے۔ علامہ کی چوتھی نسبت جس کی طرف کم ہی توجہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ شدت سے اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک مسلمانوں کا قرآن مجید کے ساتھ تعلق دوبارہ استوار نہیں ہوتا۔ ان سطور کے ذریعے مذکورہ بالا چار نسبتوں ہی کے بارے میں کچھ وضاحت پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

علامہ مرحوم انتہائی کوشش کے باوجود وہ اپنے مزاج کو عملی سیاست کے ساتھ سازگار نہ بنا سکے۔ اس کے باوجود انہوں نے برصغیر کی مسلم قوم کے مستقبل کے بارے میں جو کچھ سوچا اور ان کے مسائل کا جو حل پیش کیا وہ ان کی بیدار مغزی، معاملہ فہمی اور سیاسی تدبر کا شاہکار ہے۔ 1930ء سے قبل تو سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے، اس کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک ہندوستان کی تقسیم کا خیال تک کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتا تھا۔ یہ صرف علامہ مرحوم ہی کی نگاہ دوررس و دور بین تھی جس نے حالات کے رخ اور زمانے کی رفتار کو پہچان کر مسلمانان ہند کے جملہ مسائل کا حل اسے قرار دیا کہ ہندوستان کے کم از کم شمال مغربی گوشے میں واقع مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک آزاد اور خود مختار مملکت قائم کی جائے۔

آب روان کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

پاکستان کے ساتھ علامہ کا تعلق صرف ''مصور'' کا نہیں، اس سے کہیں زیادہ ہے۔ حالات کی صحیح نباضی اور ان کی سیاسی بصیرت کا شاہکار یہ ہے کہ انہوں نے موجود الوقت حالات میں مسلمانان ہند کے قومی مقدمے کی پیروی کے لیے صحیح ترین ''وکیل'' ڈھونڈ نکالا اور نہ صرف یہ کہ ان کی نگاہ دوررس نے مسلمانان ہند کی قیادت عظمیٰ کے لیے محمد علی جناح کا انتخاب کیا بلکہ خود ان میں اپنی اس حیثیت کا احساس اجاگر کیا۔ اور یہ تو بلاشبہ علامہ مرحوم کے غایت خلوص و اخلاص کا بین ثبوت اور ان کے حد درجہ انکسار اور تواضع کی دلیل قاطع ہے کہ انہوں نے اس قائد کے ساتھ اس کی تنظیم (مسلم لیگ) کے ایک صوبائی صدر کی حیثیت سے کام کرنا بھی منظور کر لیا حالانکہ ان کے مزاج کو اس قسم کے کاموں کے ساتھ کوئی طبعی مناسبت نہ تھی۔ اس طرح علامہ نے نہ صرف یہ کہ پاکستان کا تصور پیش کیا بلکہ اس خاکے میں رنگ بھرنے کی عملی جدوجہد کے ابتدائی مراحل میں بنفس نفیس شرکت بھی کی اور گویا ''تحریک پاکستان'' کے کارکنوں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ اس اعتبار سے علامہ کا ایک عظیم احسان ہر اس مسلمان کی گردن پر ہے جو پاکستان کی فضا میں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے سانس لے رہا ہے۔ افسوس کہ ہم نے بحیثیت قوم خود پاکستان کی قدر نہ کی، علامہ کے احسان کو کیا یاد رکھتے۔ کاش کہ لوگوں کو معلوم ہوتا کہ آزادی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے اور یہ مملکت خداداد پاکستان اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اسی صورت میں ہمیں علامہ کے ذاتی احسان کا بھی کوئی احساس ہو سکتا تھا۔

حقیقت یہ کہ اگر خدانخواستہ پاکستان قائم نہ ہوا ہوتا تو نہ صرف یہ کہ اب تک ہندوستان سے اسلام کا صفایا ہو چکا ہوتا بلکہ پورا مشرق وسطیٰ ہندو امپیریل ازم کے سیلاب کی زد میں ہوتا۔ علامہ مرحوم نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں فرمایا تھا:

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ خاص طور پر ''ہند میں سرمایہ ملت کی نگہبانی'' کے اعتبار سے علامہ کو ایک نسبت خصوصی حضرت مجدد کے ساتھ حاصل تھی یا یہ کہ ان کی شخصیت کا یہ پہلو حضرت مجدد کے ساتھ ان کی والہانہ محبت و عقیدت ہی کا مظہر ہے تو غالباً غلط نہ ہوگا۔

علامہ مرحوم کی شاعری کے دور اول میں نہ صرف یہ کہ ان کا جذبہ حب الوطنی چھلک پڑتا تھا بلکہ باقاعدہ ہندی قوم پرستی کے آثار بھی ملتے ہیں۔ لیکن بانگ درا ہی کے نصف آخر میں دفعتاً وہ عالمی ملت اسلامیہ کے ترجمان و حدی خواں کی حیثیت سے نمودار ہو جاتے ہیں اور ''ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا'' اور ''میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے'' کی جگہ ''چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا، مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' کا وجد آفریں ترانہ ان کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ ان دو انتہاؤں کے مابین ہندوستان کے مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کا مسئلہ جو ان کے سیاسی فکر کا مرکز و محور ہے، ان کے اشعار میں کہیں نظر نہیں آتا۔

یہ دراصل ان کی تصور پسندی (Idealism) اور حقیقت بینی (Realism) کا حسین امتزاج ہے جس سے ہمیں علامہ مرحوم کی شخصیت متصف نظر آتی ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ یہ ''اصلھا ثابت'' اور ''فرعھا فی السماء'' کی عمدہ مثال ہے کہ ایک جانب فکر اور خیال انتہائی بلندیوں کو چھو رہے ہوں اور دوسری طرف انسان کا تعلق اپنے نزدیکی ماحول کے تلخ حقائق سے بھی منقطع نہ ہونے پائے۔

علامہ کی ملی شاعری میں دونوں رنگ موجود ہیں، مرثیہ خوانی کا بھی اور حدی خوانی کا بھی۔ پہلے اعتبار سے یوں سمجھیے کہ انہوں نے شبلی و حالی دونوں کی جانشینی کا فرض ادا کیا اور ملت اسلامیہ کے شاندار اور تابناک ماضی کی یاد سے بھی

دلوں کو گداز کیا اور امت مرحومہ کی موجودہ زبوں حالی کا نقشہ بھی نہایت موثر اور دلدوز انداز میں کھینچا۔ مثال کے طور پر حالی کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

اور پھر پڑھیے وہ نظم جو ''صقلیہ'' (جزیرہ سسلی) پر علامہ نے کہی اور اندازہ کیجیے ان کی ملی مرثیہ خوانی کا:

رو لے اب دل کھول کر اے دیدہ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار
تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

علامہ کے یہاں صرف درد انگیز نالے ہی نہیں ہیں، انتہائی ولولہ انگیز پیغام عمل بھی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شاندار مستقبل کی خوشخبری بھی ہے، جس نے یاس اور قنوطیت کی ظلمت کا پردہ چاک کر دیا اور دلوں میں امید کے چراغ روشن کر دیے۔ علامہ کے اشعار میں یہ امید افزا پیغام رچا بسا ہوا ہے، چنانچہ بانگ درا کے متوسط حصے میں بھی جا بجا یہ رنگ موجود ہے کہ:

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا
اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

لیکن خاص طور پر ''طلوع اسلام'' تو گویا از اول تا آخر ''طبل رحیل'' ہے:

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا
اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

علامہ کی یہ ملی شاعری حدود ارضی سے بالکل آزاد ہے اور ان کے اشعار کو پڑھتے ہوئے کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ان کا قائل کبھی ایک محدود خطہ ارضی میں بسنے والے مسلمانوں کے خصوصی مسائل کے بارے میں بھی غور کرتا ہوگا۔ گویا ان کی شاعری ''ولکنہ اخلد الی الارض'' کے ہر شائبے سے بالکل پاک ہے۔ اندازہ کیجیے کہ ایک ہندی مسلمان ارض لاہور میں بیٹھا کہہ رہا ہے کہ:

طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

لیکن دوسری طرف اپنے گرد وپیش سے بے خبر نہیں ہے بلکہ حالات کی نبض پر ہاتھ دھرے مسلمانان ہند کے مسائل کی تشخیص بھی کر رہا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تجدید اور امت مرحومہ کی نشاۃ ثانیہ کی جو فوری امید علامہ کو تھی محسوس ہوتا ہے کہ عمر کے آخری دور میں اسے بہت سے صدموں سے دوچار ہونا پڑا اور شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بعد میں ایک قسم کی ناامیدی کی سی کیفیت بھی علامہ پر طاری ہوگئی تھی جو مثلاً اس قسم کے اشعار سے ظاہر ہے:

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روح شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

اور

تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

لیکن اس کا اصل سبب یہ ہے کہ علامہ مرحوم نابغہ اشخاص میں سے تھے، جن کے بارے میں یہ مسلم ہے کہ وہ وقت سے پہلے پیدا ہوتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ اپنے زمانے سے قدرے بعد کی باتیں کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقویم میں تیس چالیس سال کا عرصہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ علامہ مرحوم نے جس دور کا خواب دیکھا تھا اس کی ابتدا ہو رہی ہے۔

3۔ دین حق کے اسرار و رموز اور حقائق و معارف ایمانی اور علم و حکمت قرآنی کی ترجمانی کا اعلیٰ مقام بھی علامہ ہی کو حاصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ رومی ثانی تھے۔ رومی کی طرح علامہ مرحوم بھی دور حاضر کے ترجمان القرآن قرار دیے جانے کے مستحق ہیں۔ وہ خود بھی اس کے مدعی ہیں کہ ان کے اشعار فکر و پیغام قرآنی ہی کی ترجمانی پر مشتمل ہیں اور اس پر انہیں اس درجہ وثوق اور اعتماد ہے کہ انہوں نے ''مثنوی اسرار و رموز'' کے آخر میں ''عرض حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین'' کے ذیل میں یہاں تک لکھ دیا کہ:

گر دلم آئینہ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآں مضمر است
پردہ ناموس فکر چاک کن
ایں خیاباں را زخارم پاک کن
روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

آخری مصرع کو پڑھ کر ہر وہ شخص کانپ اٹھتا ہے جسے کسی بھی درجے میں علامہ کی نبی ﷺ سے محبت کا اندازہ ہے۔

جہاں تک روح دین کی تشریح و تعبیر کا تعلق ہے تو علامہ نے ایک طرف فلسفہ خودی پیش کیا اور دوسری طرف عبادات کے میدان میں نری رسم پرستی کی زوردار نفی کی اور اثباتاً عبادت کی اصل روح یعنی عشق و محبت خداوندی پر زور دیا۔ خالق و مخلوق اور عبد و معبود یا انائے کبیر اور انائے صغیر یا علامہ کے الفاظ میں انائے مطلق (Infinite Ego) اور انائے محدود (Finite Ego) کے مابین اصل رشتہ باہمی عشق اور محبت کا ہے۔ یہ عرض کرنا تحصیل حاصل ہے کہ اسی عشق الٰہی کا ایک عکس عشق رسول بھی ہے۔ اس لیے کہ کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ اطاعت و محبت دونوں کے اعتبار سے اللہ اور رسول ایک وحدت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کے کلام میں عشق رسول کا جذبہ تانے بانے کے مانند پیوست ہے۔

4۔ علامہ کی چوتھی نسبت ان کا قرآن حکیم سے مثالی تعلق ہے۔ انہیں بجا طور پر ''ترجمان القرآن'' کہا جا سکتا ہے۔ خود ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا فکر بھی قرآن پر مبنی ہے اور ان کا پیغام بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔ بلا شک وشبہ اس دور میں علامہ کی شخصیت عظمت قرآن کے ایک عظیم علم اور نشان (Symbol) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے کہ ایک عام آدمی کا متوارث عقیدے کے طور پر قرآن مجید کو اللہ کی کتاب ماننا اور بات ہے، اور ایک ایسے شخص کا قرآن پر وثوق واعتماد اور ایمان ویقین جو فکر انسانی کی تمام وادیوں میں گھوم پھر چکا ہو اور مشرق و مغرب کے تمام فلسفے کھنگال چکا ہو، بالکل دوسری بات ہے۔ ایک شخص جس نے انیسویں صدی کے اواخر میں شعور کی آنکھ کھولی۔ وقت کی اعلیٰ ترین سطح پر علم حاصل کیا، مشرق و مغرب کے فلسفے پڑھے، قدیم و جدید سب کا مطالعہ کیا لیکن بالآخر اس کے ذہن کو سکون ملا تو صرف قرآن حکیم سے، اور اس کی علم کی پیاس کو آسودگی حاصل ہو سکی تو صرف کتاب اللہ سے، گویا بقول خود ان کے:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

کیا اس دور میں قرآن حکیم کے ''ھدًی للناس'' ہونے کے لیے کسی اور دلیل کی حاجت باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا یہ کافی ثبوت نہیں ہے کہ قرآن ہر دور اور ہر ذہنی سطح کے انسان کی فکری رہنمائی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے؟ اس دور میں عظمت قرآن اور مرتبہ و مقام قرآن کا انکشاف بھی جس شدت کے ساتھ اور جس درجہ میں علامہ اقبال پر ہوا، شاید ہی کسی اور پر ہوا ہو۔ اس لیے کہ عظمت قرآنی کا انکشاف بہرحال کسی شخص پر اس کے اپنے ظرف ذہنی کی وسعت اور عمق کی نسبت ہی سے ہو سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ علامہ جب قرآن کا ذکر کرتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ: ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق وہ فی الواقع جمال و جلال قرآنی کا مشاہدہ اپنے قلب کی گہرائیوں سے کر

رہے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ شنید نہیں، دید پر مبنی ہے، بلکہ ایسے لگتا ہے جیسے ان کا پورا وجود کلام پاک کی عظمت کے بارگراں سے ''خاشعا متصدعا'' ہوا جارہا ہے اور ان کا ہر بُنِ مُو قرآن کی جلالت قدر اور رفعت شان کے ترانے گا رہا ہے۔ فرماتے ہیں:

آں کتاب زندہ، قرآن حکیم
حکمت او لایزال است وقدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف اُو را ریب نے، تبدیل نے
آیہ اش شرمندہ تاویل نے
نوع انساں را پیام آخریں
حامل اُو رحمۃ للعالمین

حقیقت یہ ہے کہ یہ آمد ہی آمد ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ قائل کا قول نہیں، حال ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی اعلیٰ مثال ہے۔ علامہ کے نزدیک قرآن عام معروف معنوں میں کتاب نہیں یہ اللہ کا کلام ہے اور کلام خود متکلم کی صفت اور اس کی جملہ صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن مثل ذات باری تعالیٰ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور زندہ بھی ہے، قائم ودائم بھی۔ پھر نہ ذات باری زمان ومکان کی مقید ہے نہ کلام الٰہی ان کا پابند، بلکہ جیسے خود اللہ تعالیٰ اول بھی ہے اور آخر بھی اور زمان ومکان کل کے کل وجود باری میں ''گم'' ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی کے بھی ''صید زبوں'' کا درجہ رکھتے ہیں اور جس طرح اللہ کی شان یہ ہے کہ ''کل یوم ھو فی شان''

اسی طرح قرآن حکیم بھی ہر دور کے افق پر ایک خورشید تازہ کے مانند طلوع ہوتا رہے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کم از کم میرے محدود علم اور مطالعہ میں قرآن حکیم کی اس سے زیادہ مدح وستائش ہماری پوری تاریخ میں موجود نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ تعریف، معرفت کی مناسبت ہی سے کی جاسکتی ہے۔ بس اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ عظمت قرآنی کے کتنے بڑے عارف تھے علامہ اقبال مرحوم۔ علامہ کے نزدیک قرآن سے دوری سبب ہے امت کے زوال کا اور اسی سے وابستہ ہے ان کا عروج۔ یوں کہہ لیں کہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ وابستہ ہے احیائے اسلام سے اور حیائے اسلام وابستہ ہے احیائے قرآن سے جو عبارت ہے مسلمانوں کے اس کے ساتھ صحیح تعلق کی از سر نو استواری سے۔ وہ فرماتے ہیں:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اگر تم مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہو تو بغیر قرآن کے ممکن نہیں)

(یہ مضمون ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے کتابچے ''علامہ اقبال اور ہم'' سے ماخوذ ہے) ❀❀❀

پریس ریلیز 7 نومبر 2025ء

مجوزہ 27 ویں آئینی ترمیم کے ذریعے آئین سے تمام غیر اسلامی شقوں کے اخراج اور اسلامی دفعات کی آئین میں باقی تمام شقوں پر بالادستی کو یقینی بنایا جائے۔

آئینی ترامیم کے مباحث میں عدلیہ کی آزادی پر کسی نوع کی قدغن کی کوئی گنجائش نہیں۔

مقتدر حلقے موجودہ آئین وقانون میں درج ذمہ داریوں کے پابند رہیں۔

شجاع الدین شیخ

مجوزہ 27 ویں آئینی ترمیم کے ذریعے آئین سے تمام غیر اسلامی شقوں کے اخراج اور اسلامی دفعات کی آئین میں باقی تمام شقوں پر بالادستی کو یقینی بنایا جائے۔ آئینی ترامیم کے مباحث میں عدلیہ کی آزادی پر کسی نوع کی قدغن کی کوئی گنجائش نہیں۔ مقتدر حلقے موجودہ آئین وقانون میں درج ذمہ داریوں کے پابند رہیں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج کل مجوزہ 27 ویں آئینی ترمیم کا ہر طرف شور وغوغا ہے۔ تنظیم اسلامی کا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور اُس میں ترامیم کے حوالے سے مؤقف بڑا واضح ہے کہ ایسے معاملات میں فیصلوں میں عجلت، دھونس اور جبر سے کلیتاً اجتناب کیا جائے۔ ایک ایسی مملکت جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آئی تھی اُس کے لیے ناگزیر ہے کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے جو اصولی اصلاحات درکار ہیں اُن کو اُس کے آئین میں شامل کیا جائے۔ انتظامی ضروریات کے تحت صوبوں کی تعداد میں اضافہ یقیناً مطلوب ہے لیکن یہ فیصلہ صاف وشفاف انتخابات کے نتیجے میں حقیقی عوامی نمائندہ قومی اسمبلی وسینیٹ کی دو تہائی اکثریت اور اسی طرح صوبوں میں بھی دو تہائی اکثریت کے ذریعے کیا جائے۔ اعلیٰ وزیریں عدلیہ کی مکمل آزادی کو یقینی بنایا جائے تاکہ عوام کو ریاستی جبر سے بھی بچایا جاسکے، اور اُن کے حقوق کی فراہمی اور عدل کے حصول کو بھی یقینی بنایا جاسکے۔ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بینچ میں مستند وجید علماء کرام کو شامل کیا جائے اور اُنہی کی اکثریت ہو۔ پھر یہ کہ تمام شرعی معاملات صرف وفاقی شرعی عدالت کے سامنے لائے جائیں اور عدالت کے فیصلوں پر معطلی (Stay) کا فیصلہ بھی باقاعدہ سماعت کے بعد ہو۔ وفاق اور صوبوں میں وسائل، اختیارات اور ذرائع کی عدل کے ساتھ تقسیم کا اہتمام کیا جائے تاکہ کسی صوبے میں دوسروں سے کمتر ہونے کا تاثر نہ اُبھرے۔ ملک کے نظامِ تعلیم کو اسلامی اصولوں کے سانچے میں ڈھالنے کا بندوبست کیا جائے۔ ہر شہری کے لیے صحت سمیت بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ عسکری ادارے اور دیگر مقتدر حلقے موجودہ آئین اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں ادا کریں اور کسی مخصوص شخصیت یا عہدہ کو فائدہ دینے کے لیے آئین میں کسی نوع کی ترمیم نہ کی جائے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ملک میں اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی مکمل طور پر قائم ونافذ نہیں کیا جاتا، محض کسی آئینی ترمیم سے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ لہٰذا پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی بھی مضمر ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

دعوتِ دین

داعی کے 11 اوصاف

مولانا محمد یوسف خان

دعوت دین کے داعی کے اندر درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہیں:

1 عملی نمونہ: مبلغ کے لیے سب سے مقدم بات یہ ہے کہ وہ جس بات کی دعوت دیتا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہو ورنہ اس کی دعوت موثر نہیں ہوگی۔

2- خوش خلقی: داعی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ بااخلاق ہو، خندہ پیشانی سے پیش آئے تاکہ لوگ اُس کی طرف مائل ہوں اور وہ حق بات سنیں۔

3- اخلاص: مبلغ کے دل میں اخلاص ہونا چاہیے۔ کوئی دنیاوی غرض اس کے پیش نظر نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے بغیر اس کام سے نہ محبت ہوگی نہ انہماک۔ اس کے بغیر مشن میں کامیابی بہت مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔

4- علم دین: داعی کے لیے لازمی ہے کہ وہ تعلیمات اسلام سے خوب واقف ہو۔ اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کے لیے علم ایک بنیادی شرط ہے اگر علم نہ ہو تو اس فریضہ کو کما حقہ سرانجام نہیں دے سکتا۔

5۔ نفسیات سے واقفیت: دین کی تبلیغ کرنے والے میں ایک صفت یہ بھی ہونی چاہیے کہ لوگوں کی نفسیات کو جانتا ہو تاکہ اُس کا طریقہ تبلیغ موثر ہو سکے۔

6۔ دوسرے مذاہب کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت: مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اسلام اور دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں جو باتیں مشترک ہیں وہ اُن کی نشاندہی کر سکتا ہو، نیز ان تعلیمات میں اسلام کی فضیلت کے دلائل اُسے معلوم ہوں تاکہ وہ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت اسلام کی فضیلت ثابت کر سکے۔

7- معاشرتی حالات سے واقفیت: جس قوم میں پہلے تبلیغ کرنا چاہتا ہے، اس کے معاشرتی حالات سے خوب واقف ہونا چاہیے تاکہ وہ اس ماحول سے مثالیں پیش کر سکے اور اس معاشرے کے طور طریقے اور آداب کو دعوت کے وقت ملحوظ رکھ سکے۔ اگر اُسے ان تمام باتوں کا علم نہیں ہوگا تو اجنبی معلوم ہوگا یہ اجنبیت مبلغ کے کام میں حائل ہوتی ہے کسی قوم میں گھس کر اُن کی صلاحیتوں کے مطابق دین کو پیش کرنا چاہیے۔

8 زبان پر عبور: جس قوم میں ایک مبلغ دعوت حق دینا چاہے اُسے اس قوم کی زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ ورگرنہ دل نشین انداز میں وہ مافی الضمیر (دل کی بات) کو دوسروں تک نہیں پہنچا سکے گا۔ زبان پر قدرت کے بغیر سامعین پر اچھا تاثر پیدا نہیں ہوتا۔

9 عجز وانکساری: مبلغ کے لیے عجز وانکساری لازمی چیز ہے اگر اس کے دل میں تکبر پیدا ہو جائے اور دوسروں کے لیے حقارت کے جذبات اس کے دل میں پیدا ہو جائیں تو یہ بات اس کے لیے تباہ کن ہوتی ہے۔

10۔ بیان کی صلاحیت: اگر مبلغ اپنی بات بہتر انداز سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ تبلیغ کے لیے بڑی مددگار بات ہوگی۔ خصوصاً آج کے دور میں بات دلیل کے ساتھ مناسب انداز سے کی جائے تو دوسرا شخص بات توجہ سے سنتا ہے۔

11- عصر حاضر کے رجحانات سے آگاہی: آج کے دور میں لوگوں کے سوچنے کے انداز میں بڑی تبدیلی آچکی ہے۔ سائنسی ترقی مغرب کے اعتراضات وغیرہ کی وجہ سے جو دینی تبدیلی آئی ہے مبلغ کو چاہیے کہ وہ انہیں پیش نظر رکھ کر دعوت دے۔ ❁❁❁

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اوران کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح مولانا خود تسلیم کرتے ہیں کہ مرابحہ اور اجارہ کو ایک حیلہ کے طور پر اختیار کیا گیا تھا‘ اس لیے اس کو مستقل حیثیت دینا ہرگز ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: ’’یہ ایک حیلہ نکالا گیا ہے اور اس کے حیلہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں‘ اس لیے میں جہاں بھی دخیل ہوں وہاں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ مرابحہ اور اجارہ کے معاملات کم کرو اور رفتہ رفتہ ’’شرکت‘‘ اور ’’مضاربت‘‘ کی طرف بڑھو اور جہاں ایسا نہیں کرتے وہاں سے میں رفتہ رفتہ الگ بھی ہو رہا ہوں‘ اس واسطے کہ بس ہو گیا‘ ایک حیلہ کر لیا --- اپنی ساری سرگرمیاں اسی پر رہیں‘ یہ ٹھیک نہیں۔‘‘

(بحوالہ ماہنامہ ’’ندائے شاہی‘‘ مراد آباد فروری 2004ء انٹرویو)

(جاری ہے)

بحوالہ: ’’انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال‘‘ از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1294 دن گزر چکے!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر صدیقی فیملی (اردو سپیکنگ) کو اپنے بیٹے، عمر 40 سال، تعلیم بی اے، کے لیے دینی مزاج کی حامل گھریلو لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0323-4208672

☆ لاہور کے رہائشی رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 26 سال، تعلیم گریجویشن، حافظ قرآن، قد 5 فٹ، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-7266517

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی وسطی، راشد منہاس جوہر 1 کے رفیق جناب طلحہ یونس خان کے والد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0300-2303678

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے ادارتی معاون جناب فرید اللہ مروت کے ماموں اور خالہ زاد بھائی وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0321-4098901

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے کمپوزر اور ڈیزائنر محترم ملک محمد عقیل کے تایا وفات پاگئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

Characteristics of plenitude and completion in Muhammad's (SAAW) Prophethood

The most distinctive characteristic of the mission of the Holy Prophet (SAAW) has been brought out by the Qur'an at three places thus:

> He it is Who has sent forth His messenger with the Guidance (Al-Huda) and the True way of life (Deen al-Haq), to the end that he make it prevail over all aspects of living...
> ***(Al-Tawba 9:33; Al-Fath 48:28; & Al-Saff 61:9)***

The important point of which notice should be taken here is that with respect to Prophet Muhammad (SAAW), these words have been repeated at three places in the Qur'an without the slightest change or difference of construction, whereas these have not been revealed even once for any other prophet or messenger.

The famous scholar and mystic of the Indo-Pakistan subcontinent — Shah Waliyullah Dehlvi (1703-1762) — has made this Qur'anic verse the subject of in-depth and extensive study in his book Izalatul Khafa un Khilafatul Khulafa. He has described it as the most important verse in understanding the purpose and mission of Muhammad's Prophethood (SAAW). Similarly, Maulana Ubaidullah Sindhi (1872-1944) has taken this verse as the key for understanding the global revolutionary manifesto of Islam.

A careful study of the verse reveals that Prophet Muhammad (SAAW) has been sent by Almighty God along with two items:

1. Al-Huda or The Guidance, and
2. Deen al-Haq or the True Way of Life (sometimes translated as "the religion of truth").

Therefore, the Deen Allah is that system of belief and action which is based on the basic premise of total, absolute and unconditional submission to the commands of Almighty Allah (SWT). And this, in fact, is the Al-Meezan – the Balance – which is the final and ultimate form of Divine guidance for mankind. After progressing gradually through the vicissitudes of history, Divine guidance finally culminated in the most comprehensive and balanced system of life as revealed to Prophet Muhammad (SAAW). The Islamic way of life represents the ideal system of social justice and equity wherein the duties and rights of all are clearly laid down, "in order that the humanity may stick to, and behave with, Justice." ***(Al-Hadeed :25)***

Ref: An excerpt from the English translation of the Book نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "Muhammad *(SAAW)*; The Objectives of his Appointment" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

Vol: 34 Regd. No. C.P.L NO.114 No.43

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL

SUGAR FREE
COUGH SYRUP

Acefylline piperazine 45mg + Diphenhydramine HCl 8mg

پاکستان کا مقبول ترین

کھانسی کا شربت

شوگر فری

میں بھی دستیاب ہے

ہر قسم کی کھانسی میں
یکساں مفید

PHARMA